شب برات، گناہگاروں کے لئے نوید جانفزاء

پاکستان

الحقیقہ

قرآن حکیم کی اہمیت



درسِ قرآن رمضان کی ھدایات

درسِ حدیث رمضان کی کرامات

رمضان المبارک

فضائل و عبادات

حضرت علی کا مقام و پیغام





طالبان کا خاتمہ؟

حکومت اور عوام آمنے سامنے

کشف و مراقبہ

مجلۃ الدعوۃ کے لیے ملاحظہ کریں

حمد و نعت

محمد حسین آسی

اللہ کے حضور رہے سر ہمیشہ خم / اور بھیجے دِرود شہِ دیں پہ دَمبدم
خوفِ خدائے پاک سے لرزاں ہو دِل سَدا / عشقِ رسول پاک سے ہر دَم ہو آنکھ نم

جس دل میں بھی ہے عشق خدا اور رسول کا / اس کی صفا کے سامنے کیا شے ہے جامِ جم
محروم ہے جو حُبِّ خدا و رسول سے / ہے اُس کی ہست و بود بھی واللہ کالعدم

لَو جس نے بھی لگائی خدا و رسول سے / اُس کو نہ کوئی خوف ہی ہو گا نہ حزن و غم
کہتا ہے کون اُن کو خدا کا شریک مان / ذات و صفات کے ہیں نبی مظہر اتم

سرشار کر کے نشہء توحید سے اُسے / میرے نبی نے رکھ لیا اِنسان کا بھرم
طے گویا ایک منزلِ قربِ خدائی ہوئی / اُٹھا جو بارگاہ نبی کی طرف قدم

ہے تیری ذاتِ پاک اے سب سے بڑے نبی / سب سے بڑے کریم کا سب سے بڑا کرم
حمد اُس کی جس نے بخشے خزانے حضور کو / نعت اُس سخی کی جس کو نہیں فکر بیش و کم

آسی میں مانگتا ہوں خدا و رسول سے
مرشد سے ایسا ربط کہ یکساں ہو مدح و ذم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ
اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو۔ (التوبہ: ۷۳)

ماہنامہ مجلۃ الحقیقہ
شکر گڑھ پاکستان

زیرِ سرپرستی
مفکر اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی

مدیر اعلیٰ: شجاعت علی مجاہد
مدیر مسئول: ابو طلحہ نوری

شعبان ۱۴۲۲ھ — نومبر ۲۰۰۱ء
جلد نمبر ۲ — شمارہ نمبر ۲

اس شمارے میں

ادارت
صاحبزادہ محمد نور المصطفےٰ رضوی
ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری — محمد رضاء الدین صدیقی

زیرِ اہتمام
حاجی اخلاق احمد نقشبندی

مشیر قانون
غلام فرید چوہدری
ایڈووکیٹ ایم۔اے، ایل ایل بی
لاثانی لاء چیمبرز ہائیکورٹ لاہور

زرِ تعاون

پاکستان (فی پرچہ)	10 روپے	
یورپ (فی پرچہ)	1 پونڈ	سالانہ 10 پونڈ
یو ایس اے (فی پرچہ)	1.5 ڈالر	سالانہ 15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	سالانہ 30 ریال

اشتہارات کے لئے

سائز	زرِ تعاون
بیرون ٹائٹل	1000 روپے
اندرون ٹائٹل	800 روپے
بیرون ہاف ٹائٹل	700 روپے
اندرون ہاف ٹائٹل	500 روپے

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ

پبلشر زپروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر شیران اسلام نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ (نارووال) سے شائع کیا

کلمۃ الحقیقۃ

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یونس......۱۶۲

ترجمہ: سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم (کنز الایمان)

جنابِ صدر!

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت سے بے حد پیار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ذرا سے مصیبت بھی ناگوار گزرتی ہے۔

قرآنِ پاک فرماتا ہے۔

عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (التوبہ......۱۲۸)

(اے مسلمانو!) تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں ہے

بُش بدنصیب اس امت کا قاتل ہے۔ آپ اس کے معاون نہ بنیں۔

آسی

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

(قسط......۱۱)

یہ بات خوب واضح ہو چکی ہے کہ اللہ والوں کے کمالات کی بنیاد اُن کی عبدیات یا (بندگی) ہے۔ جس میں جتنی عبدیت، یقین محکم، عجز و انکسار، تواضع، عبادت و اطاعت، توکل و تفویض، رضا بہ قضا کا جذبہ ہوتا ہے، اُسی قدر وہ بلند ہوتا ہے۔ کبر و غرور سے انسان پستیوں کا شکار ہوتا ہے اور آخر کار تباہ و برباد ہو کے رہ جاتا ہے مگر اللہ کے حضور جھکنا اُسے بلند کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔ غزالیٔ زماں حضرت علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی فرماتے ہیں۔

''عبد (یعنی غلام) کے اقسام:

عبد کی کئی قسمیں ہیں۔ لیکن ایک اعتبارِ خاص سے اس کی تین قسمیں ہیں۔ عبدِ رقیق۔ عبدِ آبق۔ عبدِ ماذون۔ عبدِ رقیق سے مراد وہ مملوک غلام ہے جو پوری طرح اپنے مالک کے قبضہ اور اس کی مِلک میں ہو۔ عبد ابق اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں جو مالک مجازی کے قبضہ سے باہر ہوتا ہے اور عبد ماذون وہ غلام ہے جو مالک کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی قابلیت، صلاحیت، استعداد اور خوبی کی وجہ سے اس کے مالک نے اپنے کاروبار کا اُسے مختار و ماذون بنا دیا ہو اور اسے اس بات کا اذن دے دیا ہو کہ وہ مالک کے کاروبار میں جائز اور ممکن تصرف کرے۔ اس غلام کا بیچنا، خریدنا، لینا، دینا سب کچھ اس کے مالک کا بیچنا، خریدنا اور لینا دینا مقصود ہوگا۔

عام مومنین خواہ عاصی ہو یا مطیع۔ سب اللہ تعالیٰ کے بمنزلہ عبدِ رقیق کے ہیں اور کفار مشرکین منافقین بمنزلہ عبد آبق (بھاگے ہوئے غلام) کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوبین و مقربین بمنزلہ عبد ماذون کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے قرب کے مطابق ماذونیت (یعنی شان مختار) کا شرف عطا فرماتا ہے۔ ساری کائنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عبدِ ماذون ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

۱۔ وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی (۳) اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (۴) ۔النجم (۳۔۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

۲۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ج (الانفال۔۱۷)

ترجمہ: اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی

۳۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ج (النساء۔۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا، بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا

۴۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط[1] (الفتح۔۱۰)

ترجمہ: وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اَللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ (بخاری شریف)

ترجمہ: اللہ عطا فرماتا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں

مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد ماذون ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بولنا

[1] آیات کے ترجمے کنزالایمان سے لئے گئے ہیں، قبلہ کاظمی نے یہاں نہیں لکھے۔

اللہ کا فرمانا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک اللہ تعالیٰ کا فعل مبارک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیچنا اللہ تعالیٰ کا بیچنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دینا اللہ کا دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لینا اللہ تعالیٰ کا لینا ہے۔'' (معراج النبی)

گویا یہ وصف ''ماذونیت'' اللہ کے عبد اکبر صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر چہ سب سے زیادہ ہے مگر دوسرے انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں بھی اپنی اپنی شان کے مطابق موجود ہے اور ان کے علاوہ اولیاء و مقربین بھی اپنے اپنے قرب خداوندی کے مطابق اس سے مشرف ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ

وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (اور اللہ کے اذن سے مردے زندہ کرتا ہوں)

بھی اسی اذن اور ماذونیت کو واضح کر رہا ہے۔ اللہ مردے زندہ کرتا ہے تو خود کرتا ہے، اُسے کسی سے اذن حاصل کرنے کی ضرورت نہیں مگر اس کا نبی و رسول، زندہ کرتا ہے تو خود بخود اس طاقت کا مالک نہیں، اللہ کے اذن سے اسے یہ طاقت حاصل ہوئی ہے۔ جب اللہ کے اذن سے ہے تو شرک ختم ہو گیا کیونکہ یہ تو اللہ کی ہی قوت و قدرت کا ظہور ہو رہا ہے۔

غور کیجئے اللہ کے اِذن میں کتنی وسعت ہے اور وہ بھی صرف حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے حق میں کہ وہ مٹی کی مورت میں پھونک مارتے ہیں تو وہ اللہ کے اذن سے سچ مچ کا پرندہ بن جائے، مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں تک کو شفا بخشتے ہیں تو اسی اذنِ خداوندی کی برکت سے وغیرہ وغیرہ۔ جب خاتم انبیائے بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو اس مرتبے کا اذن میسر ہے تو خاتمِ جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ماذونیت کا کیا عالم ہوگا جو رحمۃ للعلمین بنا کے بھیجے گئے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا صدقہ ہے اُن اولیاء و مقربین کی ماذونیت جو حضور پر نور سرکار رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں ہیں اور انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کے کمالات کے وارث ہیں (جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے)

ایسا ہر بندۂ ماذون و مختار جس کا خریدنا، بیچنا، لینا، دینا اپنی اپنی شان کے مطابق اللہ کا خریدنا، بیچنا، لینا، دینا ہے، کیا وہ عبد ہو کر بھی دوسروں کا وسیلہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یہ اگر 'ماذون' ہے تو اپنے قرب کی بناء پر، اور مقرب ہے تو اطاعت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ جس شخص نے اسے وسیلہ بنایا تو اسی بناء پر بنایا کہ اُس کے نزدیک یہ بندہ بندگیٔ خدا میں سچا، اس کا مقرب اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب و وارث ہے۔ دوسرے لوگ خداوند کریم کا قرب چاہیں، تو اس بندۂ مقرب کے وسیلے سے حاصل کر سکتے ہیں، دوسرے کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو اس بندہ ماذون و مقرب کو پکاریں اللہ کے اذن سے یہ ان کی مصیبت دور کر سکتا ہے، دوسرے لوگ کسی حاجت سے دوچار ہوں تو یہ ان کی حاجت روائی میں وسیلہ بن سکتا ہے۔ وہ بندہ مقرب جسے اللہ نے ماذون و مختار بنا دیا ہے، آخر اس دنیا میں اس کو یہ قوت و قدرت دینے کا مقصد کیا ہے، ایک یہ کہ لوگوں کے مسائل حل ہوں اور دوسرے یہ کہ حل مسائل سے لوگ اپنے رب کو پہچانیں اور اس کی کبریائی کا اقرار و اعتراف کر کے اس کے واحد و لاشریک ہونے پر ایمان لائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں جو جتنا مقرب و ماذون و مکرم ہے، اللہ کی مخلوق کے لئے اُتنا ہی بڑا وسیلہ بھی ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سب ماذون بندوں کے سردار ہیں بلکہ جو ماذونیت کے جس درجے پر ہے۔ آپ کے صدقے میں ہے۔ اس لئے آپ وسیلوں کا بھی وسیلہ نہیں۔ پھر انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے لئے وسیلہ ہیں۔ آخر جو رب اپنے کسی نبی (علیہ السلام) کے ذریعے کسی امت کو ہدایت دے رہا ہے تو وہ نبی اس کے لئے وسیلہ ہی تو ہے۔ چنانچہ آپ قرآن حکیم کے پہلے پارے کا مطالعہ ہی بغور کر لیں آپ دیکھیں گے بار بار بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دروازے پر آ کر عرض کرتے ہیں کہ اللہ سے مانگئے، اللہ سے پوچھئے (جیسا کہ اوپر بھی کہیں آیا ہے) گویا نبی اپنی امت کا وسیلہ۔ اسی طرح نبیوں کے بعد صالحین، اولیاء، عرفاء، متقین۔ یہ بھی اپنی اپنی ماذونیت کے مطابق دوسروں کا وسیلہ ہیں۔ اللہ ان کے وسیلے سے بارشیں برساتا ہے، رزق عطا فرماتا ہے، فتح و نصرت سے نوازتا ہے۔ یہ مستجاب الدعوات بھی ہوتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے اختیارات و تصرفات کے مالک بھی۔

کتنے واضح ارشادات ہیں ذرا سنئے

۱۔ اَلْاَبْدَالُ فِی اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ بِهِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ بِهِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ تُنْصَرُوْنَ. (الطَّبْرَانی فِی الْکَبِیْرِ بِسَنَدٍ صحیح)

ترجمہ: ابدال میری امت میں تیس ہیں۔ انھیں سے زمین قائم ہے۔ انھیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے اور انھیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

۲۔ لَنْ تَخْلُوَ الْاَرْضُ مِنْ ثَلٰثِیْنَ مِثْلِ اِبْرٰهِیْمَ بِهِمْ تُغَاثُوْنَ وَبِهِمْ تُرْزَقُوْنَ وَ بِهِمْ تُمْطَرُوْنَ. (الطبرانی بسندٍ حسنٍ)

ترجمہ: زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس (اولیاء) سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو پر ہوں گے، انھیں کے سبب تمہاری فریاد سنی جائے گی اور انھیں کے سبب تمھیں رزق دیا جائے گا اور انھیں کے طفیل تم پر بارش ہوگی۔

ظاہر ہے وہ بزرگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین کے قیام کا سبب، بارش برسنے کا باعث اور فتح ونصرت کی وجہ ٹھہرایا ہے، اگر انھیں دوسرے انسانوں کا وسیلہ سمجھ لیا جائے یا دوسرے لوگ انھیں اپنا وسیلہ بنالیں تو کونسی قیامت آجائے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مقدس لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ ان کا وسیلہ پیش کرنا ان سے محبت کا اظہار بھی ہے۔ احادیثِ کثیرہ اس بات پر شاہد ہیں اللہ کی رضا کے لئے کسی انسان سے بھی محبت کرنا اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین عمل ہے، اور ایک دوسرے سے محض اللہ کے لئے محبت کرنے والے خود اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں اور دنیا میں ایک انسان کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ رب کا محب ہی نہ ہو رب کا محبوب بھی بن جائے۔ اطمینانِ قلب کے لئے ان احادیثِ شریف کا متن بھی دیکھ لیجئے۔

۱۔ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ (احمد)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ عمل ہے کہ اللہ ہی کے لئے محبت کی جائے اور اللہ ہی کے لئے عداوت رکھی جائے۔

۲۔ حضرت معاذ بن جبل کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ (رواہ مالک۔ مشکوٰۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان کے لئے واجب ہوگئی جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پاس میری وجہ سے بیٹھتے ہیں، اور میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

جن بزرگوں کے سبب سے بندہ اللہ کا محبوب بننے کی عظیم ترین سعادت حاصل کر رہا ہے اور اس کو تکمیل ایمان کا مژدہ سنایا جارہا ہے، وہی بندہ انھیں بزرگوں کا نام لے کر اور ان کا واسطہ دے کر اللہ سے دنیا و دین کی کوئی نعمت مانگے تو کیوں نہ رحمتِ خداوندی جھوم جھوم اُٹھے گی اور کیوں نہ سائل کا دامن مراد فوری طور پر بھر دیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ کو یہ بات تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے کہ اُسی کے لئے کسی سے محبت کی جائے، یونہی اُسے یہ بات بھی از حد پسند ہے کہ اُس کے مقبولانِ بارگاہ کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ قرب حاصل کرنا ہو تو بھی، گناہوں کی بخشش مطلوب ہو تو بھی، خاتمہ بالخیر چاہیے تو بھی، فتح ونصرت مقصود ہو تو بھی، بارش کی تمنا ہو تو بھی اور کثرتِ رزق کا سوال ہو تو بھی۔ کتاب وسنت کے نصوص اس بات پر شاہد ہیں کہ اس قسم کی ساری نعمتیں ان کا دامن توسل تھام کر ملیں گی۔ اسی لئے اللہ نے ایمان والوں کو ان کے وسیلے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ٥ (المائدہ۔۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

کس قدر دیدہ دلیر ہیں محبوبانِ خدا کے دشمن کہ قرآن پاک کے اس اسقدر واضح حکم کے باوجود وسیلہ اختیار کرنے والوں کو مشرک یا بدعتی کہتے ہیں۔ افسوس اُنھیں یہ خبر ہی نہیں کہ وسیلہ اختیار کرنا بارگاہِ خداوندی کے آداب میں سے ہے اور اس کی وضاحت بھی اللہ کی اسی آخری، محکم، محفوظ اور جامع کتاب یعنی قرآنِ حکیم میں آگئی ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ ط اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا٥ بنی اسرائیل۔۵۷

ترجمہ: وہ (مقبول) بندے جنھیں یہ (کافر) پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے، اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے (کنز الایمان)

گویا بارگاہ رب العزیز میں حاضر ہونے کے لئے جیسے خشوع وخضوع اور طہارتِ فکر ونظر کی ضرورت ہے، یونہی کسی مردِ مقرب کا وسیلہ اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ اس آیت سے واضح ہوجاتا ہے کہ غیر مقرب اور گنہگار بندے تو ایک طرف مقرب بھی یہ دیکھتے ہیں کہ زیادہ مقرب کون ہے تاکہ اُس کے وسیلے

سے بارگاہِ شہنشاہِ حقیقی میں حاضری دی جاسکے۔

یادر ہے توسل یا وسیلہ اختیار کرنے کی بھی کئی صورتیں ہیں مثلاً ایک تو یہی کہ اُس کے وسیلے سے دعا کی جائے، وسیلہ و واسطہ یا بحق وغیرہ الفاظ سے۔ کبھی اُس کے دربار میں پہنچ کر اللہ سے دعا کی جائے اور کبھی اُسے وسیلہ سمجھ کر پکارا جائے۔ جسے عرف عام ندائے غائبانہ وغیرہ کہا جاتا ہے۔ وسیلے کی قسم قرآن پاک یا حدیثِ پاک سے ثابت ہے۔ خیال رہے صرف حرب 'باء' سے بھی توسل کا اظہار ہوتا ہے جیسا کہ اوپر کی احادیث میں آیا مثلاً

بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ — اُنھیں کے صدقے (وسیلے) سے انھیں بارش دی جاتی ہے۔

اب آیئے اس دعا کی طرف جو سرورِ کائنات علیہ افضل التحیات واکمل التحیات نے ایک نابینا صحابی کو سکھائی تھی۔ محدثین نے اسے 'نمازِ حاجت' میں شامل کیا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ. قَالَ ابو اسحٰقَ هٰذا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف حضرت محمد نبیِ رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) میں نے آپ کے ذریعے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ پوری ہو۔ اے اللہ! میرے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔ ابو اسحٰق نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ شریف۔ باب ۱۸۹ ماجآء فی صلوٰة الحاجَةِ)

باب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ صلوٰۃ حاجت ہے اور حضور ہادی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی امت کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ جس صحابی کو یہ دعا سکھائی تھی اُسے فرمایا تھا کہ خوب وضو کر کے پہلے دو رکعت ادا کرے اور پھر یہ دعا مانگے۔ چنانچہ یہی ترکیب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سکھاتے رہے حتٰی کہ محدثین کرام علیہم الرضوان نے اسے 'نمازِ حاجت' کے باب میں مذکور کیا۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہء پاک میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرایا اور بعد میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اور تابعین حضرات اس پر عمل پیرا رہے۔ فرمایئے یہ ندائے غائبانہ تو محدثین کرام کے نزدیک نمازِ حاجت کا حصہ ہے پھر اسے شرک یا بدعت سے تعبیر کرنا کتنی بڑی بدعت اور زیادتی ہے حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں عرض کرنا یا آپ کو پکارنا تو کوئی عجیب بات نہیں، یہاں اللہ کے بندوں کو پکارنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے اور سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ تلقین فرمانے والے بھی خود سید عالم وآدم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ حصن حصین میں ہے

وَاِنْ اَرَادَعَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِي

ترجمہ: اور جب مدد لینا چاہے تو کہے 'اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو

حصن حصین شریف اوراد و وظائف کی کتاب ہے، اس کے مولف نے اہتمام کیا ہے کہ اس میں حدیثِ صحیح کے سوا کوئی حدیث نہ آئے۔

ذرا خیال فرمایئے، جہاں حافظ سعید جیسے تھرڈ دے یارسول اللہ اور یا حبیب اللہ جیسی نداؤں سے پریشان ہو جاتے ہیں، وہاں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاعِبَادَ اللّٰهِ (اے اللہ کے بندو!) کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اب وہ ساری غوغا آرائی ختم ہو جانی چاہیے کہ جب اللہ ہر گھڑی ہر کہیں امداد کو موجود ہے تو کسی اور کو پکارنے کی کیا ضرورت ہے۔ سنو اور خوب سنو، اللہ کو پکارا جاتا ہے کہ وہ معینِ حقیقی ہے اور مستعانِ حقیقی، (یعنی حقیقت میں وہی مددگار ہے اور حقیقت میں مدد بھی اسی سے مانگی جاتی ہے) اصل مقصود وہی ہے باقی کسی کو پکارا جاتا ہے تو وسیلہ سمجھ کر اور یہ بھی اس کا اپنا حکم ہے اور یہ اس کی بارگاہ کا ادب ہے (جو خود اس نے سکھایا ہے)

لیجئے اسی قسم کی ایک اور حدیثِ شریف۔ کتاب کا نام ہے اَلْوَابِلُ الصَّيِّب و رافع الكلم الطيّب۔ جس کے مولف ہیں علامہ ابن قیم جو وہابیہ قدیم و جدید کے ہاں بہت معتبر ہیں۔ اس کا ایک عنوان ہے

الفصل السابع و الثلاثون

فی الدابة اذاتفلتت وَما یذکر عند ذلک

سینتیسویں فصل

یعنی بھاگ جانے والے جانوراور جواس وقت ذکر کیا جائے، کے بارے میں اس میں صرف ایک حدیث ہی درج فرمائی ۔

عن ابن مسعودٍ رضی اللّٰه عنه! عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: اِذَا انفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِکم بِاَرْضٍ فَلاةٍ، فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوْا، يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوْا، يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَاضِراً سَيَحْبِسُه ' (رواه ابن السُّنِّیِّ فی عمل الیوم واللیلة)

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو وہ پکارے، اے اللہ کے بندو! اس کو روکو۔اے اللہ کے بندو! اسے روکو، اے اللہ کے بندو! اسے روکو۔ بیشک اللہ عزوجل کا ایسا بندہ موجود ہوتا ہے سواسے روک لیتا ہے۔

دیکھئے اللہ کے سوا حقیقت میں مدد کرنے والا کوئی ہے، اوراگر کوئی اس کے علاوہ مدد کرتا ہے تو اسی کے فضل سے مدد کرتا اور کرسکتا ہے۔جن لوگوں کو مددگار سمجھا جائے، اگر اس نکتے کو ذہن نشین کر کے سمجھا جائے تو اُن سے مدد مانگنا جائز ہے بلکہ بعض اوقات تعمیل ارشاد جیسے یہاں آپ نے دوارشادات ملاحظہ فرمائے۔اگر کسی کے بارے میں معاذ اللہ یہ گمان ہو کہ وہ اللہ کے فضل کے بغیر یا اللہ کے مقابلے میں مدد کرسکتا ہے تو یہ شرک ہے اور کوئی مسلمان بھی اسے جائز نہیں سمجھ سکتا۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ماں کو، باپ کو، اُستاد، حاکم کو پکارا جائے اور ان سے مدد مانگی جائے تو شرک یاد نہ آئے جونہی کسی نے اللہ کے رسول کو، کسی مقرب کو، کسی مقدس شخصیت کو پکارے اور وہ بھی اللہ کی مدد کا مظہر سمجھ کر تو کفر وشرک کے فتووں کی گولہ باری شروع ہوجائے۔اب دیکھئے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم یَاعِبَادَ اللّٰهِ کا سبق از برکرارہے ہیں، یہاں نجدیت بیچاری کیونکر صبر کرتی ہے۔

اوپر عرض کیا گیا تھا کہ وسیلہ پکڑنے کی اور وسیلے سے دعا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ''بِحَقِ'' جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔یہاں مثال کے طور پر صرف ایک حدیث درج کی جاتی ہے۔

'حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو اپنے گھر سے نماز کیلئے نکلے اور یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِیَآءً وَّلَا سُمْعَةً، خَرَجْتُ اِتِّقَآءَ سَخَطِکَ وَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ فَاَسْأَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ، وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ، لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

(اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مانگنے والوں اور اپنے اس نکلنے کے حق کی وجہ سے میں غرور وتکبر اور ریاء وشہرت کے لئے نہیں نکلا، میں تو تیری ناراضی سے بچنے اور تیری رضا حاصل کرنے کے لئے نکلا ہوں۔سو تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے آگ سے پناہ عطا فرما اور میرے گناہ معاف فرمادے، بیشک تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں)

اللہ اِس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ مفاہیم)

تعزیت نامہ

1۔ سعید عامر نقشبندی مدرس نقش لاثانی پبلک سکول کی نانی صاحبہ قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئیں۔ادارہ ان کے اور اہل وعیال کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

2۔ آفتاب احمد خان محلہ رشید پورہ کے والد محترم شیر احمد خان صاحب بھی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

درسِ قرآن

رمضان کی ہدایات

غلام مصطفٰے مجددی ایم۔اے

ارشادِ خداوندی ہے

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ یہ گنتی کے چند روز ہیں، پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے، اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کرسکیں، ان کے ذمہ فدیہ ہے، ایک مسکین کا کھانا، اور جو کوئی مرضی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے، اور تمہارا روزہ رکھنا ہی زیادہ بہتر ہے، تمہارے لئے، اگر تمہیں علم ہے ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور (اس میں) روشن دلیلیں اور (حق و باطل کے درمیان) فرقان ہے، پس جو تم میں سے یہ مہینہ پائے تو وہ روزے رکھے، اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو، تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے، اللہ تمہارے لئے سہولت چاہتا ہے، وہ تمہارے لئے مشکل نہیں چاہتا، اور تم گنتی پوری کرلیا کرو، اور اللہ کی بزرگی بیان کیا کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی، اور تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ، (سورۃ ۲ آیت ۱۸۳ تا ۱۸۵)

---------اشارات---------

- ان آیاتِ کریمہ میں اللہ کریم نے اہلِ ایمان کو مخاطب فرمایا، معلوم ہوا کہ شرعی احکام ایمان والوں پر نافذ ہیں، دوسرے لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں پر نافذ ہیں، کیونکہ ایمان حضور کے عشق کا نام ہے۔

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دین
ہست حب رحمۃ للعالمین

- صیام جمع ہے، اس کا مفرد صوم ہے، صوم کا معنی ہے جس کی طرف نفس کشش محسوس کرے، اُس سے باز رہنا، اور شریعت میں انسان کا عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک، طعام اور عمل زوجیت سے رُکے رہنا صوم یعنی روزہ کہلاتا ہے۔
- روزے کا حکم سورۃ البقرہ میں نازل ہوا، یہ سورت ہجرتِ مدینہ کے بعد نازل ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ روزہ مدینہ منورہ میں فرض ہوا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوا۔
- روزے پہلی اُمتوں پر بھی فرض تھے اگرچہ ان کی تعداد اور کیفیت اور تھی، اس امتِ مرحومہ پر بھی فرض ہوئے تاکہ یہ اُمت پہلی امتوں کی عبادات و تعلیمات کی جامع بن جائے اور کوئی امت اس سے جزئی فضیلت بھی حاصل نہ کر سکے۔
- روزے کا اولین مقصد حصولِ تقویٰ ہے، اور یہی معراجِ انسانیت ہے کہ انسان اپنے رب تعالیٰ سے ڈرے اور اس کے احکام پر خوش دلی سے عمل کرے، گویا جس طرح نماز برائیوں سے روکتی ہے اس طرح روزہ بھی ڈھال ہے جو برائیوں سے روکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جھوٹ اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔

- یہ ایک مہینہ مشق ہے، اس میں اگر کم خوری، بُردباری، شب بیداری، فروتنی، پرہیزگاری کی صفات نصیب ہو جائیں تو سارا سال انسان اسلام کے مطابق زندگی بسر کرسکتا ہے، یہ صفات تقویٰ کی نشانیاں ہیں۔

اس حکم سے مریض اور مسافر کو مستثنیٰ کر دیا۔ مریض سے مراد وہ شخص ہے جو روزہ رکھے تو اس کی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو جائے یا مرض کے بڑھنے کا خدشہ جنم لے، اور مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو ۳۶ کوس یا ۵۴ میل کے سفر پر گامزن ہو، فرض کریں اتنی مسافت آپ ایک گھنٹہ میں بھی طے کر لیں تو بھی آپ کو افطار کی اور قصر نماز کی اجازت ہے۔ مریض صحت یاب ہونے اور مسافر منزل آشنا ہونے پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا پوری کریں۔

یہ رخصت ہے، عزیمت یہی ہے کہ مریض اور مسافر تھوڑی بہت مشقت اٹھا کر بھی روزے کی سعادت ضرور حاصل کریں۔ جیسا کہ فرمایا "تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے" یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اہلِ عزیمت کو ہی نصیب ہوتا ہے۔

بوڑھا آدمی، دائم المریض، حاملہ خاتون، دودھ پلانے والی عورت کے لئے رعایت ہے کہ وہ اپنے روزے کا فدیہ ادا کر دے، فدیہ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

رمضان المبارک میں قرآن نازل ہوا۔ دیکھیے قرآن کی نسبت نے رمضان کو کتنی فضیلت دی ہے کہ یہ "شھر اللہ" بن گیا ہے، اور تمام مہینوں کا سردار ہو گیا ہے، جس مہینے کو صاحبِ قرآن سے نسبت ہے، وہ مہینہ بھی یقیناً عظمت و رحمت کا سرچشمہ ہے۔

قرآن سراسر ہدایت ہے، اس میں توحید و رسالت، آخرت، اسلام کی حقانیت، ایمان کی صداقت کے روشن دلائل ہیں جن کا کوئی بھی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن، حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ او لایزال است و قدیم

اللہ تعالیٰ کو حضرتِ انسان سے کتنا پیار ہے کہ وہ اس کی بہتری، آسانی اور کامیابی چاہتا ہے، وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ انسان مصیبت میں گرفتار ہو جائے، یہ تو انسان خود ہی سیدھے راستے کو چھوڑ کر غلط راستوں پر چلتا ہے اور مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ **ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔** انسان خود ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔

انسان نفس کا غلام ہے اس لئے اسے شرعی احکام میں مشکل نظر آتی ہے، اگر وہ شریعت کے فطری قوانین پر عمل پیرا ہو جائے تو اُسے شریعت بالکل آسان نظر آئے گی، جیسے ہمیشہ نماز پڑھنے والوں کو نماز میں کوئی مشکل نظر نہیں آتی، وہ عجیب کیف و مستی، راحت و خوشی سے نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

یرید اللہ بکم الیسر میں تمام شرعی احکام کی رُوح بیان کر دی گئی ہے۔ اِسے سمجھنا چاہیے۔

روزے گنتی کے دِن ہیں۔ اُنہیں نہایت رغبت و محبت کے ساتھ بسر کرنا چاہیے۔ یہی ایک شکر گذار بندے کی نشانی ہے۔ کہ وہ ہر حال میں محبوب کی رضا چاہتا ہے، اور اس کی عظمت بیان کرتا ہے۔

خدا کو جان کیسے دو گے

حضرت فریدالدین عطارؒ ایک بہت بڑے دواخانے کے مالک تھے ایک روز اپنے کاروبار میں مصروف تھے کہ فقیر نے آکر صدا لگائی اور جب دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہوتا تو بولا، ایسے دھندے میں لگے ہوئے ہو تو خدا کو جان کیسے دو گے؟ یہ جھنجھلا کر بولے "جیسے تم دو گے" فقیر نے کہا بھلا میری طرح کیا دو گے؟ یہ کہا اور سر کے نیچے اپنا کشکول رکھ کر لیٹ گیا زبان سے کہا لا اِلٰہ اِلّا اللہ اور روح پرواز کر گئی فریدالدینؒ کے قلب پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ کھڑے کھڑے دواخانہ لٹا دیا اور اِسی وقت درویشی اختیار کر لی۔ (تذکرہ الاولیاء)

درسِ حدیث

رمضان کی کرامات

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

فرمانِ مصطفوی ہے

اے لوگو! تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ یہ مہینہ برکت والا ہے۔ جس کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینے سے بھی بہتر ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کئے۔ اور جس کی رات کا قیام نفل بنایا۔ جو آدمی اس مہینے میں نفل کے ذریعے قربِ خدا حاصل کرے گویا اُس نے دوسرے مہینہ میں فرض ادا کیا، اور جو آدمی ایک فرض ادا کرے گویا اس نے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کئے، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ غمخواری کا مہینہ ہے۔ اِس میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے۔ اور جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اُسے گناہوں کی مغفرت اور آگ سے آزادی نصیب ہوگی، اور اُسے روزہ دار جیسا ثواب ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ آئے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی روزہ افطار کرانے کی کوئی چیز نہیں پاتا (تو وہ کیا کرے) فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اسے (بھی) دے گا جو روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا ایک گھونٹ پانی پیش کرتا ہے، اور جو روزہ دار کو سیر کردے، اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا کہ وہ کبھی پیاسا نہ رہے گا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اور اس مہینے کا اوّل رحمت ہے، اوسط مغفرت ہے، اور آخر، آگ سے آزادی (کا ذریعہ) ہے۔ اور جو اس میں اپنے غلام سے رعایت کرے اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کردے گا۔ (مشکوٰۃ جلد ا ص ۴۳۲ رواہ بیہقی فی شعب الایمان)

---------اِشارات---------

- یہ حدیث مبارک حضور خطیب الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ ہے جو حضور نے استقبالِ رمضان کے لئے ارشاد فرمایا۔
- رمضان، ماہِ عظیم اور ماہِ مبارک ہے۔ اس سے اس مہینے کی کرامت وعظمت ثابت ہوتی ہے۔
- شبِ قدر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس رات میں عبادت کرنے والے کو ہزار مہینے کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ نیز ہزار مہینے کی برکات وانعامات سے بھی زیادہ برکات وانعامات اس ایک رات میں ہی نازل ہو جاتے ہیں۔
- اس رات میں قرآن نازل ہوا۔ فرمانِ خدا ہے۔ **انا انزلناہ فی لیلۃ القدر**، اگر نزولِ قرآن کی رات قدر ومنزلت والی ہے تو یقیناً میلادِ صاحبِ قرآن کی رات بھی قدر ومنزلت والی ہے، ایک کا اقرار اور دوسری کا انکار اسلام کی کونسی خدمت ہے؟
- اللہ اللہ! اس ماہِ سرور کا ایک نفل فرض کے برابر اور ایک فرض ستر فرضوں کے برابر ہے۔ رحمتِ خدا کس قدر اپنے بندوں پر مہربان ہے۔
- رمضان المبارک صبر واستقامت کا درس دیتا ہے، اس سے روزے کا فلسفہ ظاہر ہے۔ یاد رہے کہ معاشرے میں جنگ وجدل کو ختم کرنے کے لئے صبر اور برداشت کا ہونا ناگزیر ہے، اور یہ صفت روزے کا نصب العین ہے۔
- روزے کا انعام صبر ہے اور صبر کا انعام جنت ہے۔
- روزوں میں کتنی ہما ہمی ہوتی ہے، مومن انواع واقسام کے کھانے رکھ کر بیٹھے ہوتے ہیں، سحری وافطاری کے خصوصی پروگرام منعقد کرتے ہیں،

غریب انسان بھی بہترین کھانوں سے لطف اُٹھاتا ہے، یہ حقائق اِس فرمان کی تصدیق کرتے ہیں کہ اس ماہِ نور میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے۔

- اُمراء، غربا کی اعانت کرتے ہیں۔ کھانا کھلاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ غمگساری، ہمدردی کا مہینہ ہے، اُخوت و مساوات کی فضا ہموار ہوتی ہے، دردِ دل کو فروغ نصیب ہوتا ہے۔
- ایک دوسرے کو روزہ افطار کرانے کی ترغیب دی گئی ہے، اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں محبت پروان چڑھے، وہ ایک دوسرے کے قریب آنا اور دکھ بانٹنا سیکھ جائیں۔ یہی اسلام کا مقصود ہے۔
- روزہ افطار کرانے والا قیامت کے دِن حوضِ کوثر سے سیراب ہوگا۔
- یہ سارا مہینہ ہی بابرکت ہے، رحمت ملتی ہے، مغفرت ملتی ہے اور دوزخ سے آزادی کی بشارت ملتی ہے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں پر دستِ شفقت رکھا اور غلاموں کے بارے میں حسنِ سلوک کی تعلیم دی، دنیا کی کسی تہذیب میں بھی غلاموں کے ساتھ ایسے اچھے سلوک کی گنجائش نہیں، اِنسانی حقوق کے بڑے بڑے عملدار غلاموں کے متعلق نہایت ظالمانہ سوچ کے حامل ہیں، یہ تو اسلام ہے جس نے انہیں بھی درجہ اِنسانیت اور زمرہ آدمیت میں داخل فرمایا، یہ اِسلامی تعلیم کا فیضان ہے کہ غلامی ختم ہوگئی، اللہ اللہ یہ کیسا دستور ہے، تم غلاموں پر رعایت کرو، خدا تم پر رعایت کرے گا، تم غلاموں کو آزاد کردو، خدا تمہیں دوزخ سے آزاد کردے گا۔

حدیثِ پاک ہے جب رمضان آتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے اور ہر منگتے کو عطا فرماتے۔ (بیہقی)

- دیگر ارشاداتِ نبویہ میں بھی رمضان المبارک کی بہت سے کرامات و فیوضات درج ہیں، اس کی جلوہ گری سے آسمان کے دروازے، جنت کے دروازے، رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں، شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ لیا جاتا ہے، اس کا اجر قربِ خدا ہے، روزہ ڈھال ہے، اس سے محروم رہنے والا ہر بھلائی سے محروم ہوجاتا ہے۔ رمضان اور قرآن آدمی کی شفاعت کریں گے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں (وغیرہ)

"ماں کی محبت"

حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں اور حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ ہیں۔

حضرت ابن زبیرؓ جب بے بسی کے دور میں تھے تو اپنی ماں کے پاس مشورہ کے لئے حاضر ہوئے اور جو مشورہ اسماء بنت ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے کو دیا وہ تاریخ کا یادگار ہے۔ آپؓ نے فرمایا: "بیٹا اگر تمہیں یقین ہے کہ تم حق پر ہو تو جاؤ حق کے لئے لڑو تمہارے بہت سے ساتھی جان دے چکے ہیں۔ لیکن اگر تمہارا مقصود دنیا طلبی ہے تو تم سے بڑھ کر برا خدا کا بندہ کون ہے؟ جس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ اگر تم حق پر ہو لیکن اپنے ساتھیوں کی کمزوری سے عاجز آ گئے ہو تو یاد رکھو پیٹھ موڑنا دینداروں اور شریفوں کا شیوہ نہیں۔ جاؤ حق کی بناء پر جان دینا، دنیا کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔"

حضرت ابن زبیرؓ نے ماں کا مشورہ سن کر کہا کہ: "مجھے ڈر ہے کہ مجھے قتل کرنے والے کامیاب ہو گئے تو میری لاش کا حلیہ بگاڑ کر اسے سولی پر لٹکائیں گے اور اس کی بے حرمتی کریں گے۔"

بہادر ماں نے جواب میں کہا: "ذبح ہونے کے بعد بکری کو کھال کھینچنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ جاؤ خدا سے مدد مانگ کر اپنا کام پورا کرو۔"

اس کے بعد ماں نے آخری بوسہ دے کر رخصت کیا۔ میدان جنگ میں ابن زبیرؓ شہید ہوگئے۔ حجاج نے ان کی لاش کو شہر کے باہر اونچی جگہ پر سولی پر لٹکا دیا۔ کئی دن کے بعد جب حضرت اسماء کا ادھر سے گزر ہوا تو بیٹے کی لاش کو دیکھ کر صابر و شاکر ماں نے صرف یہ فرمایا:

ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب ۔۔۔ اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

رمضان المبارک کی عبادتیں اور ان کے فضائل

پروفیسر محمد حسین آسی

۱۔ روزہ

تعریف: شریعت میں روزہ کے معنی ہیں اللہ کی عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔ نماز کی طرح ہر بالغ و عاقل مسلمان پر پورے ماہ رمضان کے دنوں کے روزے فرض عین ہیں۔ انکی فرضیت کا منکر کافر اور بلاعذر چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے۔ جو بچے روزہ رکھ سکتے ہیں ان کو رکھایا جائے اور قوی و مضبوط لڑکے لڑکیوں کو مار کر رکھایا جائے مارنے سے مراد ایک دو تھپڑ ہیں، لاٹھی ڈنڈا مارنا نہیں (ردالمختار) روزے کے لیے عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے ہاں پاک ہونے کے بعد ان دنوں کے روزے قضا کر کے رکھے۔

چند فضائل

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

۱۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام الریان (تروتازگی و سیرابی والا دروازہ) ہے اس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔

(بخاری و مسلم)

۲۔ جس نے ایمان و اخلاص سے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔

(بخاری و مسلم)

۳۔ انسان کی ساری نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جائیں گی، رب فرماتا ہے سوائے روزے کے کہ روزہ تو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا۔ (یا میں خود اس کا ثواب ہوں) روزہ دار میرے لیے اپنی شہوت اور کھانا چھوڑتا ہے اس کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اُسے افطار کے وقت ہوتی ہے، دوسری اپنے رب سے ملنے کے وقت ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور روزے ڈھال ہیں۔ (بخاری و مسلم)

نیت: نیت دل کے ارادے کا نام ہے، البتہ زبان سے کہہ لینا بہتر ہے۔ اگر رات کے وقت نیت کی تو یوں کہے، نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے، اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔ دن کے وقت نیت کی تو کہے، نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا (اس تصور سے کہ صبح صادق سے روزہ دار ہوں) چاہیے یہ کہ زوال کے وقت سے پہلے پہلے نیت کرلے ورنہ روزہ نہ ہوا۔

روزہ توڑنے والے کام:

۱۔ کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو ورنہ نہیں۔

۲۔ حقہ، سگریٹ، بیڑی وغیرہ پینے سے اور پان تمباکو وغیرہ کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۔ شکر چینی گڑ وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں۔ منہ میں رکھیں اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۴۔ دانتوں میں کوئی چیز چنے برابر یا اس سے زیادہ تھی، اُسے کھا گیا یا کم ہی تھی، مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی تو روزہ جاتا رہا۔

۵۔ دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور مزا محسوس ہوا تو روزہ گیا۔ ایک دو بوند آنسو منہ میں چلا گیا تو حرج نہیں۔ اگر زیادہ چلا گیا اور مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ نہ رہا۔ یہی پسینے کا حکم ہے۔

۶۔ حقنہ لیا یا نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا خود چلا گیا، تو روزہ ٹوٹ گیا۔ مگر پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

۷۔ منہ میں رنگین ڈورا رکھا، جس سے تھوک رنگین ہوگیا اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۸۔ قصداً منہ بھر قے آئی (اور قے میں کھانا آئے یا صفرا یا خون) اور روزہ دار ہونا یاد ہے۔ تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اگر قے میں صرف بلغم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

۹۔ مبالغے کے ساتھ طہارت کی یہاں تک کہ پانی حقنہ رکھنے کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، اتنا مبالغہ سخت بیماری کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

درج ذیل صورتوں میں صرف قضا لازم ہے

۱۔ گمان یہ تھا کہ صبح صادق شروع نہیں ہوئی اس لیے کھایا پیا یا جماع کیا، اور بعد کو یہ خیال غلط ثابت ہوا یا یہ گمان کر کے کہ سورج ڈوب چکا ہے۔ افطار کر لیا، حالانکہ ڈوبا نہیں تھا۔ روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضا رکھے،

۲۔ بھول کر کھایا پیا وغیرہ اور گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اب قصداً کھایا پیا وغیرہ تو صرف قضا ہے۔

۳۔ کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا۔ اس میں دوا ڈالی جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی روئی، کاغذ گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں تو صرف قضا لازم ہے۔

۴۔ صبح کو نیت نہیں تھی، اور زوال سے پہلے کر لی۔ مگر پھر کچھ کھا لیا تو صرف قضا کرے۔

۵۔ حلق میں مینہ کی بوند یا اولا چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل لیا تو صف قضا ضروری ہے۔

روزہ توڑنے کی وہ صورتیں جن میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے

رمضان کا روزہ قصداً توڑنے سے کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک لونڈی یا غلام آزاد کرنا (جو آج کل ناممکن ہے) ورنہ لگاتار ساٹھ روزے رکھنا، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دونوں وقت کھانا کھلانا کفارہ درج ذیل صورتوں میں لازم ہو جاتا ہے۔

۱۔ رمضان کے مہینے میں رمضان کا روزہ ادا کرنے کی نیت سے روزہ رکھا ہو۔

۲۔ روزہ دار مقیم ہو (شرعی مسافر نہ ہو)

۳۔ عاقل و بالغ ہو۔

۴۔ رات ہی سے رمضان کے روزے کی نیت کی ہو۔

۵۔ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسی بات اپنے اختیار سے نہ پائی گئی جس سے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہو مثلاً حیض و نفاس یا شدید بیماری۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

۱۔ بھول کر کھایا، پیا جمع کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲۔ مکھی یا دھواں یا گرد حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر قصداً مکھی نگلی یا خود دھواں پہنچایا (مثلاً دھونی، اگربتی، لوبان وغیرہ سلگائی اور منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا) تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۳۔ بھری سینگی لگوائی یا تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ ٹوٹا اگرچہ تیل یا سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں اس کا رنگ دکھائی دے۔

۴۔ بات کرتے وقت تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اُسے پی گیا یا کھنگھار منہ میں آیا اور کھا گیا، روزہ نہ ٹوٹا تاہم ایسی باتوں سے احتیاط چاہیے۔

۵۔ دانت سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر نیچے نہ اترا یا بھولے سے کھانا کھا رہا تھا، یاد آتے ہی فوراً نوالہ تھوک دیا تو روزہ نہ گیا (اور نگل لیا تو جاتا رہا) یونہی سحری کھاتے کھاتے صبح صادق ہوگئی، اُسی وقت نوالہ اگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا ورنہ ٹوٹ گیا۔

۶۔ تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور وہ تھوک کے ساتھ حلق میں اتر گئی تو روزہ نہ گیا۔ مگر مزا حلق میں محسوس ہوا تو جاتا رہا۔

۷۔ دوا کوٹی یا آٹا چھانا اور اس کا مزا حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۸۔ کان میں پانی چلا گیا تو روزہ نہ ٹوٹا

۹۔ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا، غسل فرض ہو، مگر سارا دن نہ نہائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (اگرچہ یہ سخت گناہ ہے اور فرج نماز چوڑنا حرام اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے)

روزے میں یہ کام مکروہ ہیں

۱۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بکنا، کسی کو ناجائز تکلیف دینا ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں، مگر روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے عذر یہ ہے کہ شوہر یا آقا بدمزاج ہے، نمک کم و بیش ہوگا تو اسی کی ناراضی کا باعث ہو تو اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں (یاد رہے چکھنے سے مراد تھوڑا بہت کھا لینا نہیں بلکہ زبان پر رکھ کر مزا پہچاننا اور پھر تھوک دینا ہے۔ اگر خدانخواستہ حلق میں کچھ چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ چبانے کے لیے عذر یہ ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے جو روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی ایسی نرم غذا بھی نہیں جو اسے کھلائی جا سکے اور نہ کوئی بے روزہ ہے جو اُسے چبا کر دے سکے تو اس صورت میں بچے کو کھلانے کے لیے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔

۳۔ روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے یعنی کلی میں منہ بھر پانی نہ لے، ہاں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ عام دنوں کی طرح روزے میں بھی سنت ہے۔

۴۔ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا اچھا نہیں اور روزے میں تو یہ مکروہ ہے۔

۵۔ گلاب یا مشک (کستوری) وغیرہ سونگھنا، داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ مکروہ نہیں۔ لیکن اگر زینت کے لیے سرمہ لگایا یا مٹھی بھر داڑھی سے زیادہ بڑھانے کے لیے تیل لگایا تو یوں بھی مکروہ مگر روزے میں زیادہ (مکروہ) ہیں۔

جن جن حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

۱۔ سفر، حمل، بچے کو دودھ پلانا، بیماری اور بڑھاپا، ہلاک ہونے کا ڈر، اکراہ شرعی، جنون اور جہاد، یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں۔ ان عذروں کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا گناہ نہیں۔ مگر بعد میں قضا ضروری ہے۔ سفر سے شرعی سفر (یعنی کم از کم تین دن کی راہ جو $57\frac{1}{2}$ میل ہے) مراد ہے۔

۲۔ حمل والی یا دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہو تو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

۳۔ مریض کو بیماری بڑھنے، یا دیر سے اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو تو اس دن روزہ نہ رکھے یاد رہے کہ گمان غالب کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) اس کی ظاہرہ نشانی پائی جاتی ہو۔

(ب) یا اپنا تجربہ ہو۔

(ج) کسی ماہر اور متقی طبیب نے اسے خبر دی ہو۔

۴۔ بھوک یا پیاس ایسی ہو کہ ہلاک یا پاگل ہو جانے صحیح ڈر ہو۔

۵۔ سانپ نے کاٹا یا ویسے ہی جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ دیں۔

۶۔ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جو عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اب روز بروز کمزور ہی ہوگا تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، ہاں ہر روزے کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اس پر واجب ہے۔ اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت دوبارہ آگئی تو روزہ رکھنا واجب ہے اور یہ فدیہ صدقۂ نفل ہوگیا۔

۷۔ کسی کے بدلے کوئی دوسرا نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ اپنے روزے نماز وغیرہ کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

سحری و افطار

فضائل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے، ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں (ایک) فرق سحری کا لقمہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (امام احمد)

۳۔ افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا۔ ہے۔ (طبرانی اوسط)

مسائل: سحری کھانا اور اس میں دیر کرنا سنت ہے مگر اتنی دیر کرنا مکروہ ہے کہ صبح صادق شروع ہونے کا شک پیدا ہو نیز افطار میں جلدی کرنا سنت ہے جبکہ سورج ڈوب جانے کا اطمینان ہو۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ لکَ صُمتُ وَعَلیٰ رِزقِکَ افطرتُ.

(اے اللہ تیرے لیے میں نے روزہ رکھا تیرے رزق پہ کھولا)

ب۔ نماز تراویح

تعریف: تراویح بیس رکعت کی وہ نماز ہے جو سنت موکدہ ہے اور صرف رمضان شریف میں پڑھی جاتی ہے اس کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد سے صبح صادق کے شروع ہونے تک ہے۔

فضیلت: حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو رمضان میں ایمان و اخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مسائل: ۱۔ تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگوں نے چھوڑ دی تو سب گنہگار اور اگر کسی ایک نے گھر میں پڑھ لی تو گنہگار نہیں۔

۲۔ تراویح عورتوں کے لیے بھی سنت موکدہ ہے۔

۳۔ تراویح کی نماز دو دو کر کے دس سلاموں سے پڑھی جائے اور ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ مستحب ہے اور آرام کے لیے اس بیٹھنے کو ترویحہ کہا جاتا ہے نماز کے بعد پانچواں ترویحہ بھی مستحب ہے۔ ہاں لوگوں پر یہ گراں ہو تو نہ بیٹھیں۔

۴۔ ترویحے میں درود شریف یا یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

سُبحَانَ ذِی المُلکِ وَالمَلَکُوتِ سُبحَانَ ذِی العِزَّةِ وَالعَظَمَةِ وَالهَیبَةِ وَالقُدرَةِ وَالکِبرِیَاءِ وَالجَبَرُوتِ سُبحَانَ المَلِکِ الحَیِّ الَّذِی لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوتُ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ المَلٰئِکَةِ وَالرُّوحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیرُ یَا مُجِیرُ یَا مُجِیرُ ط.

۵۔ جس نے عشاء کے فرض نہیں پڑھے، وہ نہ تراویح پڑھ سکتا ہے نہ وتر، جب تک فرض ادا نہ کرے۔

۶۔ جس نے عشاء کے فرض تنہا پڑھے اور تراویح جماعت سے تو وتر تنہا پڑھے اور اگر فرض

باجماعت پڑھے مگر تراویح تنہا تو وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے۔

۷۔ جس کی کچھ تراویح باقی تھیں کہ امام وتر کے لیے کھڑا ہوگیا تو جماعت کے ساتھ شامل ہوجائے (بشرطیکہ فرض باجماعت پڑھے ہوں) اور یہ افضل ہے۔ باقی تراویح وتر کے بعد پڑھ لے لیکن اگر تراویح پوری کر کے وتر تنہا پڑھ لے تو یوں بھی جائز ہے۔

۸۔ تراویح مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ گھر میں جماعت کر لی تو ہوگئی، مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہا۔

۹۔ مہینہ بھی کی تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت موکدہ ہے دو مرتبہ فضیلت، اور تین بار افضل ہے۔

۱۰۔ نابالغ کے پیچھے نہ فرض نہ وتر جائز ہیں نہ سنت موکدہ۔

۱۱۔ اُجرت طے کر کے تراویح پڑھنا پڑھانا جائز نہیں بلکہ یہ امید بھی نہیں ہونی چاہیے کہ کچھ ملے گا۔ ہاں لوگ اپنے طور پر امام کی خدمت کریں تو جائز ہے۔

۱۲۔ بعض امام اتنی تیزی سے قرآن پاک پڑھتے کہ صرف یعلمون تعلمون کا پتہ لگتا ہے اتنی تیزی جائز نہیں۔

۱۳۔ روزہ اور تراویح لازم وملزوم نہیں کہ ایک رہ جائے تو دوسرا بھی ادا نہ کریں خدانخواستہ کسی کا روزہ رہ جائے تو بھی تراویح میں شامل ہو یونہی اس کے برعکس تراویح نہ پڑھ سکا تو بھی روزہ رکھے۔

ج۔اعتکاف

تعریف:۔ اعتکاف کے شرعی معنی ہیں مسجد میں ذکر الٰہی کی نیت سے ٹھہرنا ٹھہرنے والے کو معتکف کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ واجب:۔ اعتکاف کی منت مانی ہو تو اس کا پورا کرنا واجب ہے روزہ اس کے لیے بھی شرط ہے۔

۲۔ سنت موکدہ:۔ رمضان پاک میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے۔ سنت موکدہ (کفایہ) ہے معتکف کو بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے اور پھر عید کا چاند طلوع ہوجائے تو نکلنا چاہیے۔ کفایہ ہونے کی وجہ سے کسی ایک نے بھی کرلیا تو محلے یا شہر والے بری ورنہ سب گنہگار روزہ اس کے لیے بھی شرط ہے مگر وہی رمضان کا کافی ہے۔

۳۔ مستحب:۔ اعتکاف تھوڑی دیر کے لیے بھی ہوسکتا ہے، جب بھی مسجد میں جائیں یوں کہہ لیں۔ میں نے خدا کے واسطے اعتکاف مستحب کی نیت کی، جب چلا لے آئے گا۔ اعتکاف ختم ہوجائے گا۔

مسائل:۔ مرد کے اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ کرے جو اس نے نماز کے لیے مقرر کی ہے۔

۱۔ معتکف کے لیے مسجد سے بغیر عذر نکلنا جائز نہیں یونہی عورت بھی اعتکاف کی جگہ سے نہ نکلے، مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔

الف۔طبعی۔ جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا وطہارت، غسل فرض اور وضو جبکہ غسل و وضو کی جگہ مسجد میں نہ بنی ہو۔

ب۔شرعی جیسے نماز جمعہ کے لیے جانا نماز جمعہ کے لیے جائے تو اس وقت جب چار سنتیں پڑھ کر خطبے میں شامل ہو سکے، اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھنا چاہیے۔ جہاں کم از کم پنجوقتہ نماز کی جماعت ضرور ہوتی ہو، ورنہ معتکف جماعت کے وقت دوسری مسجد میں جماعت میں شامل ہونے کے لیے جا سکتا ہے۔ معتکف کو مسجد میں کھانا پینا چاہیے مگر اس کو آلودہ نہ کرے۔ (معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز نہیں، کوئی مجبور ہو تو ذکر الٰہی کے لیے اعتکاف کی نیت کرے اور ذکر الٰہی کے بعد سوئے)

۳۔ اگر کوئی گھر سے کھانا لانے والا نہ ہو تو مغرب کے بعد گھر تک جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھانا گھر سے لا کر مسجد میں کھائے۔

۴۔ معتکف چپ رہے نہ بات کرے بلکہ تلاوت قرآن حکیم، قرات حدیث شریف اور کثرت درود شریف میں مشغول رہے، علم دین پڑھے پڑھائے، محبوبان خدا کے حالات پڑھے یا دینی کتابیں لکھے۔

د۔قیام شب قدر

رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں (یعنی ۲۱ویں ۲۳ویں، ۲۵ویں ۲۷ویں، اور ۲۹ویں) میں ایک رات ایسی عظیم الشان ہے جو قرآن حکیم کی رو سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے، اسی رات قرآن پاک لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل ہوا، جب بھی یہ رات آتی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور بیہقی کی روایت کے مطابق ہر قیام و قعود کرنے والے عابد کو دعائیں دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے، جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں (بخاری شریف)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں شب قدر کو جان لوں تو اس رات کیا پڑھوں فرمایا یہ عرض کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ،

فاعف عنی (الٰہی تو معاف فرمانے والا ہے، عفو ودرگزر کو پسند فرماتا ہے، مجھے بھی معاف فرما)

بزرگان دین سے اور بھی وظائف منقول ہیں، بہر حال مقصود یہ ہے کہ اس رات کی قدر کرے، اور ذوق وشوق کے ساتھ ذکر وفکر میں محو رہے۔

رہ گیا یہ کہ اصل رات کونسی ہے تو اکثر صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔

بہتر یہ ہے کہ مذکورہ پانچوں راتیں جاگ کر عبادت میں گزاریں۔ حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب سے بالغ ہوا ہوں، میں نے ہمیشہ شب قدر پائی ہے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ۔

اگر رمضان المبارک کی پہلی تاریخ اتوار یا بدھ کو آئے تو شب قدر انتیسویں رات ہوگی

"	"	پیر	"	"	اکیسویں "
"	"	جمعہ یا منگل	"	"	ستائیسویں "
"	"	جمعرات	"	"	پچیسویں "
"	"	ہفتہ	"	"	تیئسویں "

اللہ ارحم الراحمین ہے۔ اس کی رحمت سے دور نہیں کہ ان راتوں کو عبادت کرنے والا ابرارات کا ثواب شب قدر کے برابر پائے۔

صدقہ فطر اور عید الفطر

صدقہ فطر:۔ حضور اکرم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کا روزہ آسمان وزمین کے درمیان رکا رہتا ہے جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے (دیلمی)

مسائل:۔ صدقہ فطر واجب ہے سنت یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے ادا کردے مگر نہ کرسکا تو بعد میں ادا کردے۔

۲۔ عید کے دن صبح صادق کے شروع ہوتے ہی واجب ہوجاتا ہے۔ اس سے پہلے جو فوت ہوا ہے۔ اور اس کے بعد جو پیدا ہوا دونوں پر نہیں۔

۳۔ مالک نصاب پر اس کی اپنی اور چھوٹے بچے کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے، بشرطیکہ بچہ نصاب کا مالک نہ ہو (اس کے مال سے دیا جائے)

۴۔ باپ نہ ہو تو دادا اپنے یتیم پوتے پوتیوں کی طرف سے صدقہ ادا کرے۔

عید کے دن کیا کریں

عید کا دن نہایت متبرک اور فرحت خیز ہے، اس روز غسل ومسواک کا اہتمام کریں، عمدہ قسم کی خوشبو لگائیں، نفیس کپڑے پہنیں، عید گاہ کی طرف پیدل چل کر جانا افضل ہے۔ اور دوسرے راستے سے آئیں۔ آتے وقت آہستہ آہستہ یہ دعا پڑھتے جائیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔ اس روز بکثرت صدقہ دینا عزیزوں دوستوں سے مل کر انہیں مبارکباد دینا اور مصافحہ کرنا چاہیے۔

شوال کے روزے

حدیث پاک میں ہے، جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال کے (نفلی) روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا (معجم اوسط)

ذکر اولیاء

حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ مریدین کچھ مرشدین کے ذکر سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کا ذکر اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، جس کے ذریعے مریدین کی مدد ہوتی ہے اور ٹوٹے ہوئے دل مستحکم ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اے نبی ﷺ ہم گزشتہ رسولوں کے قصے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ آپ کا دل پرسکون ہوجائے اور آپ ﷺ کا قلب مضبوط ہو'' (القرآن)

(از فرید الدین عطار)

محافلِ میلاد کی اہمیت

برصغیر پاک وہند میں مدت دراز تک مسلمان بچیوں اور خواتین کی سب سے بڑی اور اہم سرگرمی ''محفلِ میلاد'' ہی رہی۔ فتوی جب سے حکمت ودانائی اور گہرے تہذیبی شعور سے محروم ہوا ہے قیامت ہوگئی ہے۔ جب سے بچیوں کو 'میلاد' سے متنفر کردیا گیا ہے۔ ان کی سرگرمیاں کچھ اور ہی ہوگئی ہیں۔ اب معاشرہ چیخ رہا ہے کہ مسلمان عورتیں کہاں جارہی ہیں۔ کوئی یاران سرعت شعار سے پوچھے کہ میلاد کو آپ نے بدعت قرار دیا اب اس کا متبادل کیا ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنے اس اہم دینی مظہر کو دوبارہ زندہ کریں۔

قرآن حکیم کی اہمیت

پروفیسر شیخ محمد اقبال

(۱) عقل انسانی کی دستگیری:

انسانی خرد بہت محدود ہے۔ کامل اور بے خطا حکمت فقط اللہ تعالیٰ کی ہے بشر کی عقل کامل ہوتی تو وہ کبھی غلطی نہ کرتا، لیکن زیرک ترین اشخاص بھی لغرش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ حضرت انسان آج تک اپنے لئے از خود مکمل ضابطہ حیات نہیں بنا سکا۔ بارہا اس نے زندگی کے میدان میں ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ سر کے بل گرا۔ تمام کی تمام اقوام بعض دفعہ اپنے ہاتھوں یوں تباہ ہوئی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ان کے نام رہ گئے یا دھندلے نشان۔

اللہ تعالیٰ نے اسلام سے سابقہ ادوار میں بھی اقوام ملل کو اپنی ہدایت سے نوازا تاکہ وہ زندگی کی صحیح راہ پر رواں ہوں۔ لیکن ہر قوم نے جلد یا بدیر تعلیمات الٰہی کو پس پشت ڈال دیا۔ الہامی کتابیں نسیا منسیا ہو گئیں، یا ان کی عبارت میں انسانی ہاتھ نے اس حد تک کارگزاری کی کہ اصلیت چھپ گئی۔

آخر کار قرآن حکیم نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا اور اسے مستقبل کے تمام ازمان و اقوام کے لئے ایک ناقابل تغیر ضابطہ حیات قرار دیا۔ اس کی تعلیمات قیامت تک قابل عمل ہیں۔ جو قوم اس دستور زندگی پر کاربند ہوگی، اس پر صلاح و فلاح کی راہیں از خود کشادہ ہو جائیں گی۔ اس کتاب حکیم کی یہ بنیادی اہمیت ہے۔

(۲) دُنیائے غیب سے تعارف:

کائنات کے دو شعبے ہیں: عالم شہود اور عالم غیب۔

عالم شہود ہمارے تجربہ اور مشاہدہ کی زد میں آ سکتا ہے۔ عالم غیب ہمارے حواس کی دسترس سے بہت دور ہے۔

کامیاب زندگی کے لئے جہاں عالم شہود سے بیش تریں آگاہی کی ضرورت ہے، وہاں عالم غیب سے بھی حسب ضرورت واقفیت لازمی ہے۔ ورنہ ہماری زندگی یکسر مادی اور مشینی زندگی ہو کر رہ جائے گی۔

ہم غیب کا علم اپنی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے ہم وحی الٰہی کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری اس حاجت کو قرآن حکیم میں روا کر دیا ہے۔ توحید ملائکہ، روح اور آخرت وغیرہ کے بارہ میں بعض بنیادی معلومات بہم پہنچا دی ہیں۔ جن کے بغیر ہمارے عقاید یقیناً گمراہ ہوتے۔

(۳) تعمیر حیات کی تعلیم نظائر کی روشنی میں

فن تعلیم کا متفقہ اصول ہے کہ درس وہی نتیجہ خیز ہوتا ہے جس میں زبانی تلقین کے علاوہ ٹھوس نمونہ یا مثال بھی پیش نگاہ آ جائے۔ قرآن حکیم نے صالح زندگی بسر کرنے کی تعلیم اسی طریقہ سے دی ہے۔۔

قرآن حکیم میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں کے اہم واقعات اور ابواب بیان ہیں۔ یہ ہمارے لیے نہایت گراں بہا، اسباق مہیا کرتے ہیں اور عزم و ہمت کے ولولے پیدا کرتے ہیں۔ تاہم ایک ایسی نظیر کی بھی ضرورت تھی جو ہر پہلو سے انسانیت کا اکمل و احسن نمونہ ہو۔ اور جس کی زندگی میں انسانیت کاملہ کے تمام عناصر اور جہات اس توازن اور خوش اسلوبی سے باہم پیوست اور مربوط ہوں کہ قیامت تک کاروان حیات کی بے خطا رہبری کر سکے۔ یہ نظیر وہی ہستی پیش کر سکتی تھی جو قرآن کی عملی تعبیر ہو۔ اسے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیکر مبارک میں دنیا کے سامنے جلوہ گر کر دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قران مجسم تھے۔ کتاب اللہ نے آپ کی حیات کاملہ کو اُسْوَہ حَسَنَہ (بہترین نمونہ) قرار دے کر اس کے اتباع کا بار بار حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کی کچھ جھلکیاں قرآن حکیم میں نظر آتی ہیں، لیکن اس کے مکمل مشاہدہ کے لئے حدیث نبوی کا مطالعہ لابدی ہے۔

(٤) رُوحانی بالیدگی کا سامان:

قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس کے مطالعہ کے دوران میں ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے سے ہم کلام پاتے ہیں۔ ایک سرخوشی اور نشاط پیدا ہوتی ہے سفلی جذبات کی زنجیریں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتی ہیں اور روح بلندی کی طرف بال کشا ہوتی ہے۔

(٥) عزم ویقین کا مخزن:

قرآن حکیم کا ایک سرسری مطالعہ بھی کیا جائے تو یہ یقین رہ رہ کر دل نشین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہر لحظ حق پرستوں کی دستگیر اور پشتیباں رہتی ہے۔ وہ دنیا میں کبھی بے آبرو نہیں ہوتے۔ قرآن حکیم بے دلی، مایوسی اور تذبذب کو مٹا کر عزم کی پختگی اور ارادہ کی سنگینی عطا کرتا ہے۔

(٦) صداقت اسلام کی دلیل:

قرآن ایک لاریب کتاب ہے۔ پیروان اسلام کے ہاتھوں میں یہ

ایک زندہ و پائندہ معجزہ ہے۔ہم اس کی بے لاگ صداقت اور حیرت انگیز معجزیت کی مدد سے اسلام کے بڑے بڑے زبان آور نکتہ چینوں کا منہ بند کر سکتے ہیں۔

(۷) آزادی ضمیر کا چارٹر:

قرآن حکیم ضمیر کی آزادی کا ضامن ہے۔دین کے معاملہ میں بھی بہ آواز بلند کہتا ہے: لا اکرہ فی الدین (دین میں کوئی جبر نہیں) اسلام تبدیل مذہب میں شمشیر سے کام نہیں لیتا۔یہی سبب ہے کہ اسلامی حکومتوں میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ جو مساویانہ اور برادرانہ سلوک رہا ہے۔آج تک کوئی قوم اس کی مثال پیش نہیں کر سکی۔

(۸) عالمگیر برادری کی دعوت:

قرآن حکیم ایک عالمگیر اور محبت افروز اخوت کی طرح ڈالتا ہے۔بے شک قرآن کا یہ دوٹوک اعلان ہے کہ صحیح دین فقط دین اسلام ہے۔لیکن اپنے پیروؤں کو کسی انسان سے مفت کی نفرت اور عداوت نہیں کرنے دیتا، بلکہ انہیں امن، سلامتی اور مروت ورواداری کا نقیب بننے کا حکم دیتا ہے۔

(۹) چراغ عقل کا پاسبان:

قرآن حکیم اس حقیقت کو ضرور بے نقاب کرتا ہے کہ بنی آدم کی عقل محدود ہے۔لیکن مدعا یہ نہیں کہ انسان فکر و تدبر کی صلاحیتوں سے دست بردار ہو جائے۔قرآن کی نگاہ میں عقل انسانیت کا ایک انمول جوہر ہے۔البتہ اس قابل نہیں کہ حکمت الٰہی کے آگے صف آرا ہو سکے۔

رب حکیم نہ صرف قرآن کی آیات میں بلکہ ارض و سماوات کی کارگاہ میں بھی فکر و تدبر کی پکار پکار کر دعوت دیتا ہے۔تسخیر کائنات کے کتنے ہی راز ہیں جو قرآنی آیات میں واشگاف نظر آتے ہیں بشرطیکہ نگاہ میں جستجو کا سوز ہو۔

قرآن کی اسی دعوت وارشاد کا فیض تھا کہ وہ عرب جن کی ظلمت بہ دوش دنیا میں اسلام سے قبل نور علم کی ایک کرن کا گذر بھی نہیں ہوا تھا اچانک سائنس اور طبیعی علوم کے میدانوں میں وہ یکہ تازیاں کرتے نظر آئے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔عرب کے باشندوں کو کاغذ اور قلم کے استعمال سے اگر آگاہی تھی بھی تو برائے نام۔لیکن قرآن کی پہلی ہی آیات نازل ہوئیں تو انہیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم کے ذریعے تعلیم دی ہے۔اسلام جوں جوں پھیلا نوشت وخواند کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔حتیٰ کہ فرزندان توحید علم کی رفعتوں پہ چھائے۔لیکن بدقسمتی سے بالآخرتن آسانی نے انہیں گھیر لیا، قرآنی تعلیمات سے غافل ہو گئے علم کی زمام ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور علوم و فنون میں دیگروں کے دست نگر ہو گئے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

رمضان المبارک

خدائے پاک کا احسان رمضان المبارک ہے
شہِ لولاک کا فیضان رمضان المبارک ہے

یہ رحمت، مغفرت، دوزخ سے آزادی کا پروانہ
مبارک حامل قرآن، رمضان المبارک ہے

بہارِ عشق نے پالا ہے اس کا ایک ایک گوشہ
نگارِ حسن کی برہان رمضان المبارک ہے

علمدار اُخوت، پاسبان دِل اسے کہئے
سراسر دین اور ایمان رمضان المبارک ہے

سرور و ساز کی دُنیا، نیاز و ناز کا عالم
کوئی جانے کہ سب کی جان رمضان المبارک ہے

تعالیٰ اللہ کیا دِن رات جلووں میں نہاں دیکھے
جمالِ بندگی کی شان رمضان المبارک ہے

سروں میں سجدہ ریزی کیلئے بے تاب جذبے ہیں
دلوں میں آرزو کی تان، رمضان المبارک ہے

یہ سرچشمہ اطاعت کا یہ میخانہ محبت کا
عبادت کی انوکھی آن رمضان المبارک ہے

غلام زار کو بخشے گا مولا سایہ رحمت
مری اُمید کی پہچان رمضان المبارک ہے

--------غلام مصطفٰے مجددی--------

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقام و پیغام

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

اس مضمون میں تاجدارِ ھل اتیٰ، مشکل کشا شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کا مقام و پیغام فریقین کی مستند کتابوں کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ مولا کریم ہدایت کی روشنی عطا فرمائے۔

---------مقامِ مرتضیٰ---------

حسین شان والے: اللہ کریم نے سورۃ الدھر میں حضرت علی المرتضیٰ اور اُن کے اہل و عیال کا ذکر کمال محبت سے فرمایا ہے۔

..بے شک نیک لوگ پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی کافور ہے۔ وہ کافور ایک چشمہ ہے جسمیں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے، اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہالے جائیں۔ وہ اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جسکا شر پھیلا ہُوا ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر، مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمھیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی جزا یا شکر گزاری نہیں مانگتے بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا خوف ہے جو بہت ترش، نہایت سخت ہے ہ تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا، اور انہیں تازگی اور شادمانی دی ہ اور اُن کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے دیئے ہ جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ اسمیں دھوپ دیکھیں گے اور نہ سردی ہ اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے، اور اُن پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا، جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے، چاندی کے شیشے جنھیں ساقیوں نے پورے انداز ے رکھا ہوگا ہ اور اسمیں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی وہ وہ ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں ہ اور ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کا طواف کریں گے ہ جب تو انہیں دیکھے سمجھے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں ہ اور جب تو ادھر نظر اُٹھائے تو ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت ہ اُن کے بدن پر کریب کے سبز لباس ہیں اور قنادیر کے، اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے، اور اُنہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی ہ ان سے فرمایا جائے گا یہ تمھارا صلہ ہے اور تمھاری محنت ٹھکانے لگی (سورۃ الدھر آیت ۵ تا ۲۲)

یہ آیات قدسیہ اہل بیت اطہار کی شان میں نازل ہوئیں جیسا کہ بہت سے مفسرین کرام نے فرمایا۔ پیر محمد کرم شاہ ازہری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

ان آیات کے اولین مصداق خاندان نبوت کے یہی حضرات ہیں جن لوگوں نے ان نفوس قدسیہ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے ان پر مخفی نہیں کہ خاندان نبوت نے ساری زندگی اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضرورتوں کو فوقیت دی، خود تکالیف برداشت کیں لیکن دوسروں کو خوش و خرم رکھا، اگر یہ واقعہ (مسکین، یتیم و اسیر کو کھانا کھلانے جس کے بارے میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ من گھڑت ہے) نہ بھی ہو

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، نے اپنے تین شہزادوں کے نام خلفاء ثلاثہ کے اسماء گرامی پر ابوبکر، عمر، عثمان رکھے، شیعہ حضرات کو خلفا ثلاثہ سے ہرگز محبت نہیں اس لیے انہوں نے کبھی اپنے بیٹوں کے نام ان کے نام پر نہیں رکھے، لیکن حضرت علی المرتضیٰ کا ان کے نام رکھنا، اُن کے خاندانوں سے رشتہ داریاں کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ اُنہیں خلفاء ثلاثہ سے محبت تھی، اب ہم تو حضرت علی کے نقش قدم پر چلیں گے، ان محبانِ علی کو یہ مخالفت علی مبارک ہو، ارے محبت کا تقاضا تو یہ ہے، المحب لمن یحب مطیع، محب، اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے، تم کیسے محب ہو کہ محبوب کے اماموں کو، محبوب کے محبوبوں کو، محبوب کے رشتہ داروں کو گالیاں دیتے ہو، کیا تمہاری اس حرکت سے تمھارا محبوب راضی ہوگا؟

تب بھی ان آیات کے اولین مصداق یہی حضرات ہیں، (ضیا القرآن جلد پنجم ۴۴۵)

اے ایمان والو: جب تم رسُول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو، یہ تمھارے لیے بہتر اور ستھرا ہے، پھر اگر تمھیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے، (سورۃ المجادلہ آیت ۱۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے ایک دینار صدقہ کر کے حضور سے دس سوال کیے، اس آیت پر صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، کسی اور کو موقعہ نہ ملا کہ آیت منسوخ ہوگئی، (تفسیر روح البیان) یاد رہے کہ اسکا وجوب منسوخ ہوگیا مگر استحباب باقی ہے۔ ان کے علاوہ اور آیات بھی آپ کے مقام و مرتبہ کو بیان کرتی ہیں۔ اب احادیث بنویہ کی روشنی میں آپ کا مقام و مرتبہ بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت ہارُون کی مثال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے علی تم مجھ سے اس درجہ میں ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھا، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں، (بخاری و مسلم، مشکوۃ جلد۳ ص ۳۴۵

حضرت علی مولا، ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کُنتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ، جس کا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے، (احمد و ترمذی مشکوۃ جلد۳ ص ۳۴۲)

اور فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کا ولی (مددگار) ہے، (ترمذی) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کا قول ہے کہ اے ابن ابو طالب، مبارک ہو کہ تم نے صبح اسطرح کی کہ تم ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو، (احمد)

مرتضیٰ برادرِ مصطفیٰ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے صحابہ کرام کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی کی آنکھیں نمناک ہوگئیں، عرض کیا حضور، صحابہ کرام کے درمیان بھائی چارہ قائم ہوگیا مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت اخی فی الدُّنیا والا خرۃ، تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو، (ترمذی مشکوۃ جلد۳ ص ۳۴۷)

حضرت علی کی محبت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن علی سے محبت کرے گا اور منافق، بغض رکھے گا، (مسلم مشکوۃ جلد۳ ص ۳۴۶) معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت ایمان اور نفاق کے درمیان تمیز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے کہا، (احمد مشکوۃ جلد۳ ص ۳۳۸)

حضرت عیسیٰ کی مثال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی، تجھ میں حضرت عیسیٰ کی مثال ہے، جن سے یہود نے بغض رکھا حتی کہ ان کی ماں کو تہمت لگائی اور ان سے عیسائیوں نے محبت کی حتی کہ انہیں اس درجہ میں پہنچا دیا جو ان کا نہ تھا، پھر (حضرت علی نے) فرمایا میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے، محبت میں افراط کرنے والے (رافضی) جو مجھے اُن صفات میں بڑھائیں گے جو مجھ میں نہیں اور بغض کرنے والے (خارجی) جن کا بغض اس بات پر ابھارے گا کہ وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے، (احمد، مشکوۃ جلد۳ ص ۳۴۹)

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، کے بارے میں افراط سے کام لے کر انہیں "معصوم" ماننے والے، ان کی امامت کو نبوت سے بھی اعلیٰ سمجھنے والے، اُن کی خلافت کو بلافصل تصور کرنے والے، اذان، کلمہ میں اُن کے نام کو بغیر نص قطعی کے شامل کرنے والے بھی گمراہ ہیں اور اُن کے بارے میں تفریط سے کام لے کر معاذ اللہ دائرہ اسلام سے خارج کہنے والے بھی گمراہ ہیں۔ حق پر اہل سنت و جماعت ہیں جنھوں نے انہیں ہمیشہ اس طرح مانا ہے جسطرح ماننے کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔

----------پیغام مرتضیٰ----------

اس عنوان کے تحت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کے عقائد بیان کیے جاتے ہیں تاکہ اُن کی تابندگی سے ہر مسلمان کا عقیدہ منور ہو جائے اور صراط مستقیم پر قدم بڑھانے کے لیے قوت فیصلہ نصیب ہو جائے۔

حضور سے مانگنا چاہیے: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو صاحب جود و عطا بنا کر بھیجا، انا اعطینک الکوثر حضور کی دولت و ثروت کا نام ہے اور واما السائل فلا تنہر حضور کی عادت و سخاوت کا بیان ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کُنتُ اِذَا سَاءَلتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم اعطانی، میں جب بھی حضور سے (کوئی چیز) مانگتا حضور مجھے عطا فرماتے، اور جب میں خاموش ہوتا تو مجھ سے کلام کی ابتدا فرماتے (ترمذی، مشکوۃ جلد۳ ص ۳۴۲)

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

علمِ رسُول پر ایمان: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پایاں علم عطا فرمایا، حضور راولین و آخرین کے علوم سے آشنا ہیں۔ کائنات کا ہر ذرّہ حضور کی نگاہ نبوت میں روشن ہے، فرمایا میں نے زمینوں اور آسمانوں کی ہر چیز کو جان لیا، (ترمذی) حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ، کا عقیدہ تھا کہ حضور دانائے غیوب کا علم برحق ہے، کیونکہ وہ خود اس ''مدینۃ العلم''، اور مدینۃ الحکمۃ کے دروازے ہیں، بخاری شریف کی صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام خیبر پہ مستقبل کی خبر دیتے ہوئے فرمایا میں کل اُس شخص کو پرچم اسلام عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا، وہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں، چنانچہ اگلے دن حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ، کو طلب فرمایا۔ اُن کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا، اُن کو آشوب چشم سے شفا مل گئی، پھر پرچم اسلام عطا فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر اہل اسلام کو فتح عطا فرمائی۔ بتایئے اس خبر غیب پر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ایمان کا کیا عالم ہوگا، کاش یہ لوگ غور کیا کریں،

جنت کا اختیار: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مختار دو جہاں بنا کر بھیجا ہے۔ حضور دُنیا کی نعمتیں بھی تقسیم فرماتے ہیں جنت کی دولتیں بھی عطا کرتے ہیں، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں۔

''ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا، حضور نے فرمایا جو تیرا جی چاہے، مانگ لے، ہمیں اعرابی پر رشک ہوا اور ہم نے کہا کہ یہ ابھی حضور سے جنت مانگ لے گا، اعرابی نے مانگا تو کیا، مجھے سواری کا اُونٹ دیا جائے، حضور نے عطا فرما دیا، ہمیں اس کے مانگنے پر حیرت ہوئی۔ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اعرابی کے سوال اور بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت کے سوال میں کتنا فرق ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ اسلام کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے جانے کا حکم ہوا، آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی مزار یوسف کے بارے میں جانتا ہے؟ کہا گیا کہ شاید بنی اسرائیل کی عمر رسیدہ خاتون کو علم ہو، حضرت موسیٰ نے اُسے طلب فرمایا۔ اور مزار یوسف کے بارے میں پوچھا، اس نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے۔ فرمایا پھر بتادے، ان نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہ بتاؤں گی جب تک آپ میری آرزو پوری نہ کردیں، آپ نے فرمایا تیری عرض قبول ہے، اُس نے کہا میں آپ سے مانگتی ہوں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ آپ کے درجہ میں رہوں، آپ نے فرمایا صرف جنت مانگ لے، اس نے کہا خدا کی قسم میں تو آپ کے ساتھ رہوں گی، موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ یہی تکرار کرتے رہے، کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اَعطِاَ ذَالِکَ فَاِنَّہ، لَن یَنقُصکَ شَیاء فا عطا ھا، آپ اسے وہی عطا کریں، اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں، پس اُنہوں نے اس خاتون کو جنت میں اپنی رفاقت عطا کردی، اُس نے آپ کو مزار یوسف کا پتہ بتا دیا۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۹۱ بحوالہ طبرانی اوسط)

یہ حدیث پاک پڑھیئے اور سوچیے اللہ تعالیٰ نے انبیا کرام کو جنت تقسیم کرنے کا کیسا عالی شان اختیار عطا فرمایا ہے اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ، اس اختیار کو کیسے مانتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کل تمھاری جنت میرے ذمہ ہے، (فضائل صحابہ ابونعیم) آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مقام وسیلہ ہے، وہاں میرے ساتھ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رہیں گے (مجمع الزوائد)

شریعت کا اختیار: اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی اختیار سے نوازا، حضور شریعت کے احکام کو عموم و خصوص میں تبدیل فرماسکتے ہیں۔ حضور نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

عنقریب میرے بعد تمھارے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا، میں نے اُسے اپنا نام اور کنیت دونوں عطا فرمائے، یہ امر اس کے بعد میرے کسی امتی کے لیے جائز نہیں، حضرت علی فرماتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا حضور آپ کے بعد میں اس لڑکے کا نام اور کنیت آپ کے نام اور کنیت پر رکھوں۔ فرمایا ہاں، (الامن والعلیٰ)

شان درود پاک: حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ دُعا زمین و آسمان کے درمیان محجوب رہتی ہے، جب تک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے۔ (مسند الفردوس جلد ۲ ص ۴۷)

درود پاک کے بارے میں آپ نے اور بھی روایات بیان کی ہیں۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے ابھی تک وہ پہاڑ یاد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام نیاز پیش کیا کرتا تھا۔

حیات النبی: اس بات پر اجماع اُمت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ میں زندہ جاوید ہیں، اس کا ثبوت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بھی ہوتا ہے، وفا الوفا شریف میں ہے کہ آپ نے، اپنے گھر کے دونوں کواڑ مدینہ منورہ سے باہر تیار کروائے تاکہ اُن کو بناتے وقت اوزاروں کی آواز مسجد نبوی میں نہ جائے، اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوگی، صحابہ کرام کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ایمان کو ختم کر دیتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔ (کنزالعمال)

نیک لوگوں کی برکت: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کا ارشاد ہے کہ حضور محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شام میں چالیس ابدال ہیں، جب ان میں سے کوئی انتقال کر جاتا ہے تو اللہ اسکی جگہ دوسرے کو قائم فرما دیتا ہے، انہیں کے سبب بارش دی جاتی ہے، اُنہی کی بدولت دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی جاتی ہے، اُنہی کی وجہ سے اہل شام سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔ (الامن والعلی ص ۲۳ بحوالہ مسند احمد)

انہی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رحمدل اُمتیوں سے حاجتیں طلب کرو، تمھیں رزق ملے گا، ایسے بھی ہے کہ ان سے فضل طلب کرو، اور ان سے بھلائی چاہو (ایضاً ص ۳۷ ملخصاً)

خلفاءِ ثلاثہ کی عظمت: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کو خلفا ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے بہت محبت تھی، آپ نے اُن حضرات بابرکات کو اپنا امام برحق تسلیم کیا، ان کی خلافتوں میں اُن کی امداد فرمائی، ذیل میں خلفا ثلاثہ کے بارے میں آپ کے چند ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما امام عادل اور منصف مزاج تھے، وہ حق پر قائم رہے اور حق پر ہی اُن کا وصال ہوا، ان دونوں پر قیامت تک اللہ کی رحمت نازل ہوتی رہے (احقاق الحق ۱۴) قریش کے ایک جوان نے آپ سے پوچھا کہ خلفا راشدین کون ہیں تو آپ نے فرمایا وہ میرے محبوب ہیں اور تیرے چچا ہیں ابوبکر اور عمر، وہ دونوں ہدایت کے امام ہیں، اسلام کے برگزیدہ ہیں، قریش میں سے ہیں، جس نے رسول اللہ کے بعد ان کی اتباع کی اس نے سیدھے راستے کی ہدایت پائی (تلخیص الشافی جلد ۳ ص ۲۱۸ مطبوعہ ایران)

☆ اسلام میں سب سے افضل خلیفہ صدیق ہیں، اور یہی سب سے زیادہ خیر خواہ تھے، پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ فاروق ہیں، مجھے اپنی عمر کی قسم اسلام میں ان دونوں کا مقام بہت اونچا ہے، اُن کے وصال سے اسلام میں بہت سے مصائب پیدا ہوگئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کو اعمال کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد ۴ ص ۳۶۲ مطبوعہ ایران)

☆ میری بیعت ان لوگوں نے کی جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی تھی، اور بیعت کا مقصد بھی وہی تھا جو اُن سے تھا، لہذا کسی انسان کو الگ رہنے کا حق نہیں، مشورہ مہاجرین اور انصار کو ہی اچھا لگتا ہے۔ تو اگر وہ سب کسی شخص کو خلیفہ بنانے پر اکٹھے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی اسمیں رضا شامل ہوتی ہے۔ (نہج البلاغۃ جز ۵ ص ۸۳۱ خط نمبر ۴ مطبوعہ ایران)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ احتجاج طبرسی اور دیگر معتبر کتابوں میں درج ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، نے اپنے تین شہزادوں کے نام خلفاء ثلاثہ کے اسماء گرامی پر ابوبکر، عمر، عثمان رکھے، شیعہ حضرات کو خلفا ثلاثہ سے ہرگز محبت نہیں اس لیے انہوں نے کبھی اپنے بیٹوں کے نام ان کے نام پر نہیں رکھے، لیکن حضرت علی المرتضیٰ کا ان کے نام رکھنا، اُن کے خاندانوں سے رشتہ داریاں کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں خلفاء ثلاثہ سے محبت تھی، اب ہم تو حضرت علی کے نقش قدم پر چلیں گے، ان محبان علی کو یہ مخالفت علی مبارک ہو، ارے محبت کا تقاضا تو یہ ہے، المحب لمن یحب مطیع، محب، اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے، تم کیسے محب ہو کہ محبوب کے اماموں کو، محبوب کے محبوبوں کو، محبوب کے رشتہ داروں کو گالیاں دیتے ہو، کیا تمہاری اس حرکت سے تمھارا محبوب راضی ہوگا؟

رحمت کا ہے دروازہ کھلا

شبِ برات، گناہگاروں کے لئے نویدِ جانفزاء

تحریر: محمد محبوب الرسول قادری

خوش قسمت وہ شب پھر لے کے پیغام نجات آئی
مبارک باد قدسی دے رہے ہیں شب برات آئی

پندرہویں شعبان المعظم کو اس سے شب برات کہا جاتا ہے کہ اس مبارک رات رب کریم بے شمار اور لاتعداد گناہگاروں کی بخشش کے احکامات صادر فرماتا ہے اور انہیں جہنم کے عذاب سے نجات نصیب ہوتی ہے حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف زمانہ اور شہرہ آفاق کتاب "ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ" میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب برات (چودہ اور پندرہ شعبان کی درمیانی شب) کو اللہ تعالیٰ جبریل امین کو جنت میں بھیج کر اعلان کرواتا ہے کہ ساری جنت کو خوب سجایا جائے کیونکہ آج میں آسمان کے ستاروں، دنیا کے دن رات، درختوں کے پتوں، پہاڑوں کے وزن اور ریت کے ذرات کے برابر (ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر) اپنے بندوں کی مغفرت کروں گا۔ گویا

رحمت کا ہے دروازہ کھلا [illegible]
[illegible]

قرآن حکیم میں رب کریم ارشاد فرماتا ہے کہ "قسم اس روشن کتاب کی بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں" (الدخان ۲، ۳ ترجمہ کنز الایمان) صاحب تفسیر خزائن العرفان حضرت صدر الافاضل [illegible] علیہ الرحمۃ اس آیت مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس رات سے شب قدر مراد ہے یا شب برات، اس شب میں قرآن پاک [illegible] لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر وہاں سے حضرت جبریل تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے۔ اس شب کو شب مبارکہ اس لئے فرمایا کہ اس میں قرآن پاک نازل ہوا اور ہمیشہ اس شب میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے [illegible] قبول کی جاتی ہیں"

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ اس امر کا کیا سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے روزے (نہایت اہتمام کے ساتھ) ماہ شعبان المعظم میں رکھتے ہیں سوائے رمضان المبارک کے کسی مہینے میں نہیں رکھتے۔ ارشاد فرمایا کہ رجب اور رمضان المبارک کے درمیان یہ "شعبان المعظم" ایک ایسا مہینہ ہے جس کی برکت سے لوگ غافل ہیں۔ اس ماہ مقدس میں لوگوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور بارگاہ ایزدی میں پیش ہوتے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل بارگاہ الٰہی میں پیش ہو تو اس وقت مجھے حالت روزہ میں ہونا چاہیے۔

اسی مبارک شب میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل کیا تھا [illegible] حضرت ام المومنین سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بہت کافی ہے کہ میں نے ایک "شب برات" کے موقع پر دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل سجدہ کیا اور اتنا طویل سجدہ کہ مجھے فکر لاحق ہوگئی حتیٰ کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئی اور میں نے سنا کہ آپ سجدے میں عرض کر رہے تھے کہ "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں [illegible]۔ میں معافی کا طلب گار ہوں۔ تیری ذات بڑی عظیم ہے۔ میں تیری تعریف [illegible] کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسا کہ خود تیری شان ہے اور خود تو نے اپنے متعلق بیان فرمایا ہے" یہ سب کچھ تعلیم امت کے لئے تھا کہ خوش قسمت ہیں وہ جو اس مقدس رات میں اپنے رب کی عبادت کر کے اس کو راضی کر لیتے ہیں۔ نزہۃ المجالس میں روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شب برات عبادت میں مصروف رہا یعنی شب بیداری کی۔ اس کا دل اس دن بھی مردہ نہیں ہوگا جب دوسروں کے دل مردہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اس رات اپنے بندوں پر خاص نظر رحمت فرماتا ہے" گویا یہ رات گناہگاروں کی رات ہے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام [illegible] ہے۔ [illegible] اور [illegible] شاعر فیض رسول فیضان نے اس مفہوم کو یوں شعر کے قالب میں ڈھالا ہے کہ

جو نامراد [illegible] پاتے ہیں
[illegible] نصیب [illegible] جاتے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب برات کے موقع پر جنت البقیع تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت فرماتے۔ اس شب قبرستان جانا اور [illegible] مغفرت [illegible] سنت نبوی ہے (ترمذی، نسائی، بیہقی) امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] کہ مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] کہ شب برات کے موقع پر نوافل پڑھو اور دن کو روزہ رکھو۔ کیونکہ اس رات رب کریم آسمان دنیا پر [illegible] غروب آفتاب کے بعد ہی اپنی شان کے مطابق ندا فرماتا ہے کہ ہے کوئی طالب بخشش جو آئے میں اس کو بخش دوں۔ ہے کوئی طالب رزق جو آئے تاکہ میں اسے رزق دوں۔ [illegible] مصیبت زدہ جو آئے کہ میں اس کو اس مصیبت سے نجات دوں اور ہے کوئی حاجت مند [illegible] کہ میں اس کی حاجت

روائی کروں (ابن ماجہ) بقول شاعر اسلام ،مصور فطرت حضرت اقبال ۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں — راہ دکھلائیں کسے کوئی راہرو منزل ہی نہیں

شب برات، گناہوں کی بخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے تو اس آزادی سے جاہل لوگوں نے مادر، پدر، آزادی مراد لے لی ہے جو کسی بھی طور درست اور روا نہیں ۔ نتیجہ کے طور پر لوگ اس رات کو آتش بازی، سینما بینی، تھیٹر، تفریح طبع کے طور پر عیاشی کی طرف راغب ہوتے ہیں ۔ جو ظلم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے ۔ یہ آزادی نہیں بلکہ غیرت الٰہی کو للکارنا ہے ۔ جبکہ اس مبارک رات تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آزاد ہوتے ہیں جو صدق دل سے توبہ و استغفار کرتے ہیں ۔ غلطی اور گناہ انسان کی فطرت میں داخل ہیں معصوم عن الخطاء اللہ تعالیٰ کے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ، تین سو تیرہ رسول اور فرشتے ہیں ۔ ان کے علاوہ ساری مخلوق سے غلطی کا امکان بہر حال موجود ہے ۔ چونکہ رب کریم ، ستار و غفار ، سمیع و بصیر اور رحیم و رحمان ہے اس لئے وہ رحم کرکے اور گناہ معاف فرما کر خوش ہوتا ہے گناہوں کی معافی کے لئے اس نے خود طرح طرح کے بہانے تیار فرمائے ہیں ۔ احساس ندامت کے ساتھ اعتراف گناہ کر لینا ہی توبہ کہلاتا ہے ۔ اور رب کریم توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ۔ اللہ کی رحمت ، معافی کے بہانے تلاش کرتی ہے ۔ شب برات بھی گناہ گاروں کے لئے نوید جانفزا ہے ۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''شعبان کی پندرہویں شب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر طلوع اجلال فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے ۔'' (ترمذی) قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کا اس لئے فرمایا کہ کسی بھی بکری پر بالوں کی تعداد و شمار کرنا مشکل ہوتا ہے اور عرب میں اس قبیلہ کی بکریوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی ۔ مراد کثرت ہے ۔

اس مبارک رات کی عظمت و شان معلوم کر لینے کے بعد بھی اگر اس کو ضائع کر دیا جائے تو یہ دانشمندی کا تقاضا نہیں اور بدقسمتی کی انتہا ہے ۔ اس رات میں کثرت سے درود پاک ، استغفار ، کلمہ طیبہ ، تلاوت قرآن کریم ذکر اذکار ، دروس قرآن و حدیث اور محافل نعت خوانی کے اہتمام کے ساتھ نوافل کی کثرت کرنا چاہیے ۔ قبرستان جانا ، موت کو یاد کرنا ، مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کرنا سنت نبوی ہے ۔ حقوق العباد کی ادائیگی ، وعظ و نصیحت بھی مستحسن ہے ۔ صلوٰۃ التسبیح پڑھنا ویسے بھی اجر و ثواب کا موجب ہے لیکن شب برات کی موقع پر پڑھنا زیادہ افضل ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ ، شب برات میں ''صلوٰۃ التسبیح'' کی بہت تاکید فرماتے تھے ۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور انسان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے چاہے وہ علانیہ ہوں یا چھپے ہوئے ہوں ۔ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں ۔ انجانے میں سرزد ہوئے ہوں یا جان بوجھ کر غلطی کا ارتکاب کیا ہو ، اللہ تعالیٰ ''صلوٰۃ التسبیح'' کی برکت سے خاص کرم فرماتے ہیں ۔ آجکل صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کا رواج عام ہو رہا ہے جو درست نہیں ۔ اکیلے پڑھنا ہی افضل ہے شب برات کے حوالے سے بزرگان دین ، صلحائے امت کے بہت سارے معمولات کتابوں میں وارد ہیں ۔ جن سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ چند معمولات شب برات ملاحظہ ہوں ۔

جو شخص شعبان المعظم کی چودہ تاریخ کو نماز عصر کے بعد مغرب سے پہلے پہلے باوضو ہو کر ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' کا چالیس مرتبہ ورد کرے رب کریم اپنی رحمت سے اس کے چالیس سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے ۔ (اوقات الصلوٰۃ) یعنی بڑا اجر و ثواب ہے اس لئے اس کلمہ کی کثرت کرنی چاہیے ۔ صلوٰۃ الخیر حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، کا عطا فرمودہ عمل ہے اس نماز کی ایک سو رکعت ہیں دو دو رکعت کی نیت یہ نماز پچاس سلاموں کے ساتھ پڑھی جائے ۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جائے ۔ یوں سو رکعت میں ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جائے گی ۔ اس کے متعلق امام حسن بصری رضی اللہ عنہ ، ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے 30 صحابہ کرام سے تحفہ نصیب ہوا انہوں نے مجھے اس کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جو شخص یہ نماز (صلوٰۃ الخیر) شب برات میں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی ستر مرتبہ نظر فرماتا ہے اور ہر نظر رحمت میں اس کی ستر حاجات پوری کی جاتی ہیں اور سب سے کم چھوٹی حاجت اس کی ساری زندگی کے سارے گناہوں کی معافی ہے ۔ اللہ اکبر......

شب برات قرآن کی اصطلاح میں ''لیلۃ المبارکہ'' ہے اس رات کے بارے میں امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ شعبان المعظم کی پندرہویں شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ رکعت نوافل کی نماز ادا کی ۔ اس کے بعد بیٹھ کر سورۃ فاتحہ ، سورۃ اخلاص ، سورۃ فلق اور سورۃ الناس کی چودہ چودہ مرتبہ تلاوت کی ۔ پھر ایک مرتبہ آیت الکرسی اور ایک مرتبہ 'لقد جاء کم رسول من انفسکم'' یعنی سورۃ توبہ کی آخری دو آیات (۱۲۸:۱۲۹) پڑھیں جب فارغ ہو چکے تو مجھے یوں مخاطب فرمایا ۔ اے علی! جو ایسا عمل کرے گا جو میں نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو 20 حج اور 20 سال کے روزوں کا اجر عطا فرمائے گا ۔ (ماثبت بالسنہ ، سبیل الحسنات)

رب کریم ان مبارک ساعتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم توبہ و استغفار کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی بخشش کا سامان کر سکیں اور دنیا و دین ، ظاہر و باطن ہر طرح کی خیر کے طالب ہو سکیں ۔ آمین ۔

نماز تراویح کا بیان

علامہ شفقات احمد نقشبندی

جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں قیام (تراویح) کو تمہارے لئے سنت مقرر فرماتا ہوں۔ (النسائی ۱ص ۳۰۸، مسند احمد ۱۹۱) نیز آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تراویح کے ایک سجدے کے بدلے ۱۵۰۰ نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ (کنز العمال ۴ص ۲۹۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۲ص ۳۹۵)

تراویح کی رکعات

تراویح "ترویحہ" کی جمع ہے۔ ترویحہ کا معنی ہے چار رکعت پڑھ لینے کے بعد کچھ آرام کرنا۔ (ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۲۰ مارچ ۱۹۹۲ص ۱۰) اور عربی سے معمولی سی بھی واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ عربی میں جمع کا صیغہ کم از کم تین یا تین سے زیادہ چیزوں پر بولا جاتا ہے تو لفظ تراویح ہی اعلان کر رہا ہے کہ رکعات تراویح آٹھ سے زیادہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح

چنانچہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس تراویح باجماعت پڑھائیں۔ (کرمانی شرح بخاری ۹ ص ۱۵۶) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیس تراویح ہی پڑھا کرتے تھے۔ (معجم کبیر ۱۱ص ۳۹۳، معجم اوسط ۱ص ۴۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۳۹۶ ماثبت بالسنہ ص ۲۷۸، اشعۃ اللمعات نمبر ۱ص ۵۴۴، کفایہ نمبر ۱ ص ۸۴، مصابیح ص ۶۱ وغیرہ)

دور فاروقی رضی اللہ عنہ کی تراویح

مراد رسول جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں بھی بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ (موطا امام مالک ص ۴۰، حاشیہ بخاری سعیدی ص ۱۵۴، مرقاۃ نمبر ۱ص ۱۹۲، اہلحدیث کا مذہب۔ از مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۹۸، سنن الکبریٰ نمبر ۲ص ۴۹۶ بلوغ الامانی نمبر ۵ص ۱۷، مختصر المزنی ص ۲۱، مصنف عبدالرزاق نمبر ۲ص ۲۶۲ قیام اللیل ص ۹۱، ابن نصر ص ۹۱، الحاوی ص ۳۵۰، آثار السنن ص ۴۵، زرقانی شرح موطا نمبر ۱ص ۳۵۵، فتح الباری نمبر ۴ص ۲۰۴ نمبر ۵ص ۱۵۷)

جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تراویح

قاری بارگاہ رسول جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ زمانہ فاروقی میں ۲۰ رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (مغنی ابن قدامہ نمبر ۲ص ۱۶۷، کنز العمال ع ۲ص ۳۹۳، عمدۃ القاری ع ۱۱ص ۱۲۷، آثار السنن ع ۲ص ۵۸)

دور عثمانی رضی اللہ عنہ میں تروایح

جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی تراویح حضرت عمر کے مثل تھیں۔ (بیہقی نمبر ۲ص ۴۹۶)

دور علوی رضی اللہ عنہ میں تراویح

جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی بیس ۲۰ تراویح ہی باجماعت پڑھی جاتی تھیں۔ (بیہقی ۲ص ۴۹۶، عمدۃ القاری ع ۱۱ ص ۱۲۷، مغنی ابن قدامہ نمبر ۲ ص ۱۶۷، منہاج السنہ نمبر ۲ص ۲۲۴)

خلفاء راشدین کی تراویح

۲۰ بیس تراویح خلفاء راشدین کی بھی سنت ہے۔ (مرقاۃ نمبر ۳ص ۱۹۴)

جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تراویح

جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تراویح بھی ۲۰ بیس رکعات تھیں۔ (عینی نمبر ۱۱ ص ۱۲۷، قیام اللیل ص ۹۱، تحفۃ الاحوذی نمبر ۲ ص ۷۵)

اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم

۲۰ بیس تراویح پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ نمبر ۲ص ۱۷، بدائع الصنائع نمبر ۱ص ۲۷۷، مرقاۃ نمبر ۳ص ۱۹۴، عمدۃ القاری نمبر ۱۱ص ۱۲۷)

تابعین رحمہم اللہ کی تراویح

تابعین کی تراویح بھی (۲۰) بیس رکعات تھیں۔ (بیہقی نمبر ۲ص ۴۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ نمبر ۲ص ۳۹۳، فتح الباری نمبر ۲ص ۳۷، عینی نمبر ۱۱ ص ۱۲۷)

ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کی تراویح

ائمہ اربعہؒ کی تراویح بھی (۲۰) بیس رکعات تھیں۔ (اعلاء السنن نمبر ۷ص ۴۹، میزان الکبریٰ نمبر ۱ص ۱۴۹)

پیران پیر رحمہ اللہ کی تراویح

غوث پاک ؒ کی تراویح بھی (۲۰) بیس

رکعات تھیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۴۵)

امام نووی کی تراویح بھی (۲۰) بیس رکعات تھیں (کتاب الاذکار ص ۸۳) شارح بخاری امام قسطلانی کی تراویح بھی (۲۰) بیس رکعات تھیں (مواہب لدنیہ نمبر ۲ ص ۲۶۲)

امام غزالی کی تراویح بھی (۲۰) بیس رکعات تھیں (احیاء العلوم نمبر ۱ ص ۱۸۰) جناب عمر بن عبد العزیز کی تراویح بھی (۲۰) بیس رکعات تھیں (مصنف ابن ابی شیبہ نمبر ۲ ص ۲۹۳، قیام اللیل ص ۹۲) فتح الباری نمبر ۴ ص ۲۰۴)

شاہ ولی اللہ کی تراویح بھی ۲۰ تھیں "حجۃ البالغہ نمبر ۲ ص ۱۸ کے محدثین صحاح ستہ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ "اکثر اہل علم اسی طریقہ پر ہیں جو جناب علی المرتضیٰ، جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ (اکثر) صحابہ کرام کا عقیدہ یہی ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ جناب سفیان ثوریؒ جناب عبداللہ بن مبارکؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ نیز امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے شہر مکہ میں بھی اسی طرح لوگوں کو (۲۰) بیس تراویح پڑھتے ہوئے پایا ہے۔ (ترمذی نمبر ۱ ص ۹۹)

ایک دھوکے کا ازالہ

بعض حضرات بخاری کی روایت کہ "ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمائی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ہوتی تھی" سے آٹھ تراویح اور تین وتر ثابت کرتے ہیں۔ اولاً تو کیا یہ حضرات وتر تین ہی مانتے ہیں۔ ثانیاً اس روایت میں حضور کی اس نماز کا ذکر ہے جو آپ پورا سال پڑھا کرتے تھے ظاہر ہے کہ تراویح پورا سال نہیں پڑھی جاتی۔ لہٰذا اس سے مراد نماز تہجد ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اس روایت کو "کتاب التہجد" میں ذکر فرمایا ہے جو کہ سارا سال پڑھی جاتی ہے جبکہ تراویح صرف رمضان شریف ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی ہیں

حدیث شریف میں ہے نماز تہجد پہلے فرض تھی پھر نفل قرار دے دی گئی۔ (ابو داؤد نمبر ۱ ص ۱۹۰) اور تراویح کے متعلق فرمان نبوی ہے.. اس کو میں نے تمہارے لئے سنت قرار دیا ہے۔ (نسائی نمبر ۱ ص ۳۰۷ ابن ماجہ ص ۹۴، مسند احمد نمبر ۱ ص ۱۹۱ وغیرہ)

نیز محدث ومفسر وہابیہ مولوی ثناء اللہ امر تسری لکھتے ہیں کہ "اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا ہے (تراویح نماز عشاء کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے) ہو سکتا ہے کہ حضور نے ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہو" (اہلحدیث کا مذہب ص ۹۷)

نیز تہجد گھر میں افضل ہے اور تراویح مسجد میں۔ تراویح جماعت سے افضل معمول ہے جبکہ تہجد کی جماعت کا کبھی اور کہیں بھی معمول نہیں رہا لہٰذا ثابت ہوا کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ اوقات کی دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

اکابرین اہلحدیث کا آٹھ تراویح کے مسنون ہونے سے انکار

محدث ومفسر و مجدد وہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری رقمطراز ہیں۔ "بیس تراویح کو خلاف سنت کہنا اچھا نہیں کیونکہ مکہ معظمہ میں بھی بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں"۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء)

امام الوہابیہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ "جو شخص سمجھتا ہے کہ تراویح کی کوئی تعداد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقرر ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی وہ غلطی پر ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ نمبر ۲ ص ۴۰۱، الانتقاد الرجیح ص ۶۳ تحفۃ الاخیار ص ۱۱۶، مصابیح ص ۴۴)

محدث ومفسر وہابیہ نواب میر نور الحسن خان لکھتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی تعداد کے متعلق کوئی ثبوت نہیں اور نفلی عبادت زیادہ کرنا ہی بہتر ہے لہٰذا بیس رکعات یا گیارہ رکعات تراویح سے منع کرنا اچھا نہیں۔ (عرف الجادی ص ۸۴)

امام وہابیہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔ نماز تراویح کے لئے کوئی خاص مقدار مقرر کر لینا سنت سے ثابت نہیں ہے۔ (نیل الاوطار نمبر ۱ ص ۴۶)

محدث ومفسر اہلحدیث مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں۔ "تراویح کی رکعات کی کوئی تعداد مقرر نہیں کی گئی۔ (کنز الحقائق ص ۳۰، نزل الابرار نمبر ۱ ص ۱۴۶)

نواب آف اہلحدیث نواب صدیق الحسن خان لکھتے ہیں۔.. تراویح کی رکعات کی کوئی تعداد کسی صحیح مرفوع روایت سے ثابت نہیں ہے۔ (الانتقاد الرجیح ص ۶۱)

لہٰذا گیارہ سے زیادہ رکعات تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کر رہا ہے۔ (ہدایۃ السائل ص ۱۳۸)

بیس تراویح کو بھی بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ (بدور الاہلہ ص ۸۳)

اصاغرین اہلحدیث کو بھی کم از کم اکابرین اہلحدیث کی تحقیق کو تو مان لینا چاہیے کہ تراویح کی کوئی مسنون تعداد مقرر نہیں ہے جتنی کوئی پڑھ لے صحیح ہے اور نفلی عبادت زیادہ ہی بہتر ہوتی ہے۔

یاد رہے فرمان نبوی کے مطابق تراویح کے ایک سجدے کا ثواب ۱۵۰۰ نیکیاں ہیں اور ایک رکعت میں دو سجدے یعنی ۳۰۰۰ نیکیاں ملیں گی۔ تو

بیس کی بجائے آٹھ تراویح پڑھنے والے ایک رات میں ۳۶۰۰۰ نیکیوں سے محروم ہوں گے۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ آپ کا فائدہ کس طرف ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اور بعض لوگ موطا امام مالک کی روایت پیش کرتے ہیں کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آٹھ تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے تھے۔ اولاً تو اس روایت میں گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے جس کے مطابق اگر آٹھ تراویح مراد لی جائیں تو تین وتر بنتے ہیں۔ کیا یہ حضرات بھی تین وتر ہی پڑھتے ہیں؟ رہ گئی تراویح کی بات تو جناب مخالفین حضرات کے بھی معتمد خاتم المحدثین جن کے متعلق انہیں کے قاضی شوکانی کا قول ہے "لا هجرته بعد الفتح" (اہلحدیث لاہور ۱۷ جولائی ۱۹۹۴) یعنی فتح الباری نے بخاری کی باقی تمام شروح سے بے نیاز کر دیا ہے وہ محدث و محقق شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں "موطا امام مالک میں جو محمد بن یوسف نے حضرت سائب بن یزید سے گیارہ رکعات کی روایت بیان کی ہے (وہ روایت مضطرب ہے کیونکہ) اسی محمد بن یوسف سے محمد بن اسحاق کی سند کے ساتھ تیرہ کی روایت بیان کی ہے اور محدث عبدالرزاق نے ایک اور طریقہ سے اسی محمد بن یوسف سے اکیس رکعات کی روایت نقل کی ہے۔ (لہٰذا یہ روایت قابل استدلال نہ رہی۔) (فتح الباری نمبر ۴ ص ۲۰۲ طبع بیروت)

اسی طرح محدث سیوطی نے نقل کیا ہے کہ جو امام ابن عبدالبر بیان فرماتے ہیں کہ امام مالک سے جو گیارہ رکعات کی روایت نقل کی گئی ہے وہ (راوی کا) وہم ہے۔ (الحاوی للفتاوی نمبر ۱ ص ۳۵۰) لہٰذا یہ روایت بھی شدید اضطراب کی وجہ سے قابل حجت و معتبر نہیں رہتی۔

جہانِ کتاب

کتاب: انوار البیضاوی — مصنف: حافظ محمد خان نوری

ناشر: زاویہ، لاہور — قیمت: 150

تبصرہ نگار: ظہیر باقر بلوچ — صفحات: 595

استاد حافظ محمد خان نوری جملہ وابستگان آستانہ عالیہ امیریہ بھیرہ شریف اور بالخصوص مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے سابق اور موجود طلبہ (شاہینوں) میں انتہائی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ دارالعلوم کے ابتدائی طالب علموں میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسی عظیم مادر علمی میں عرصہ 34 سال سے صرف، نحو اور تفسیر پڑھا رہے ہیں۔ آپ کی علمی اور دینی خدمات کے اعتراف کیلئے حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ کافی ہیں۔

''مجھے حافظ محمد خان (نوری) پر فخر ہے۔ اس قسم کے کردار فی الحقیقت تاریخ ساز ہوتے ہیں جو خاموشی سے محو عمل رہتے ہیں اور اپنے خونِ جگر سے مستقبل کی تاریخ رقم کرتے ہیں۔''

زیر نظر کتاب ''انوار البیضاوی'' مشہور عالم تفسیر بیضاوی شریف کے اس حصے کا اردو ترجمہ ہے جو سورۃ بقرہ کی تفسیر پر مبنی ہے۔ علمائے تفسیر اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حصہ بہت مشکل ہے۔ نیز یہ کہ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سارا علمی زور اسی حصہ پر لگایا ہے۔ اسلئے اس کے ترجمہ کیلئے حافظ محمد خان نوری صاحب دامت برکاتہ، جیسی شخصیت ہی کی ضرورت تھی کہ جو نہ صرف زبان و ادب بلکہ فقہ و اصول فقہ پر بھی گہری نظر رکھتی ہو۔ اور استاد مکرم نے اس حق کو خوب خوب نبھایا ہے۔ وہ خود کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے آیات طیبہ کا بامحاورہ ترجمہ اور ان میں بیان کردہ مسائل کا مختصر خلاصہ، تراکیب نحویہ کا مختصر حل اور مفرد الفاظ کی تشریح و وضاحت کے ساتھ ساتھ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے مستنبط کردہ نکات کو عام فہم سوال و جوابات کی شکل میں پیش کیا ہے تاکہ امام بیضاوی کے نقطہ نظر کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ ترجمہ لفظی ہونے کے بجائے بامحاورہ اور سلیس ہے۔

تفسیر بیضاوی شریف کا یہ حصہ فاضل عربی کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ اس طرح تحقیقی و علمی حوالوں کے ساتھ ساتھ نصابی طور پر بھی اس کتاب کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اہل علم و دانش اور دین متین کی سچی تڑپ اور لگن رکھنے والے افراد کیلئے یہ کتاب ایک تحفہ خاص ہے۔

فضائلِ قرآن مجید

پروفیسر محمد محبوب عارف

رمضان المبارک کو قرآن حکیم کے ساتھ خصوصی تعلق ہے اس لیے یہ ماہ مقدس گویا جشن نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ ابتداء ہی سے مسلمان اس میں قرآن حکیم کی تلاوت بڑھ چڑھ کر کرتے آئے ہیں۔ ان کے ذوق وشوق میں اضافے کے لیے یہاں قرآن مجید کے چند وہ فضائل درج کئے جاتے ہیں۔ جو صاحب قرآن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔ (یہ سب احادیث مشکوۃ شریف سے لی گئی ہیں)

۱۔ بہتری کا معیار

تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری شریف)

قرآن کا ماہر

قرآن کا عالم معزز فرشتوں اور مکرم نبیوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہو اور یہ پڑھنا اس کیلئے مشکل ہو، (روانی سے پڑھنے والے غیر عالم کے مقابلے میں) اس کے لیے دو ثواب ہیں۔ (بخاری ومسلم)

۳۔ دو شخصیتوں پر رشک جائز

صرف دو شخصوں پر رشک جائز ہے ایک وہ جسے اللہ نے علم قرآن دیا اور وہ دن رات اسے پڑھتا ہو دوسرا وہ جسے اللہ نے مال دیا وہ دن رات اس سے خیرات کرے۔ (بخاری مسلم)

۴۔ مومن ومنافق کی مثال

وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے۔ ترنج کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی اچھی اور لذت بھی اعلیٰ اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا۔ چھوارے کی طرح ہے جس میں خوشبو تو نہیں البتہ مٹھاس (ضرور) ہے۔ وہ منافق جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن جیسا ہے جس میں خوشبو بھی نہیں اور مزہ بھی کڑوا۔ اور وہ منافق جو پڑھتا ہے، ریحان گھاس کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی مگر مزا کڑوا۔ (بخاری ومسلم)

نوٹ:۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے بعض منافق بھی قرآن پڑھ لیتے ہیں اور بعض مومن بھی قرآن نہیں پڑھ سکتے دوسرے لفظوں میں مومن اور منافق میں فرق ایمان سے ہے، عمل سے نہیں، چنانچہ نماز، روزہ وغیرہ اعمال ہیں۔ منافق ان کی پابندی کے باوجود منافق ہے۔ مگر مومن اپنی کوتاہی کی وجہ سے ان کا پابند نہ بھی ہو سکے، ایمان کی وجہ سے مومن ہے۔ ایمان کی جان محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس سے منافق قطعاً محروم ہے۔ مولانا ظفر علی خان صاحب نے خوب فرمایا۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

۵۔ قوموں کا عروج وزوال

بیشک اللہ تعالیٰ اس قرآن (پر عمل کرنے) کے سبب بعض قوموں کو بلندی شان بخشے گا اور بعض قوموں کو اس (پر عمل نہ کرنے) کے سبب پست کردے گا۔ (مسلم شریف)

۶۔ سکینہ رحمت کا نزول

ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ اس کے پہلو میں دراز رسیوں سے گھوڑا بندھا تھا۔ تو ان پر ایک بادل چھا گیا۔ وہ جھکنے لگا، اور خوب جھکنے لگا اور ان کا گھوڑا بدکنے لگا، پھر جب صبح ہوئی تو وہ صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا عرض کیا۔ فرمایا،، یہ سکینہ رحمت ہے جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوا (مسلم بخاری) سکینہ سے مراد سکون قلبی ہے۔

۷۔ قرآن پاک کی عظیم الشان سورت

حضرت ابو سعید ابن معلیٰ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، میں نے اس وقت تو جواب نہ دیا، البتہ بعد میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ استجیبُو اللہِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاکُمْ (یعنی اللہ اور رسول جب تمہیں بلائیں، تو فوراً جواب دو) پھر فرمایا، کیا میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم سورۃ نہ بتاؤں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا جب ہم نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (آپ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں قرآن حکیم کی عظیم الشان سورت بتاؤں گا فرمایا۔ وہ الحمد للہ رب العلمین ہے یہ تو وہ سات مکرر آیتیں ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوا۔

(بخاری شریف)

نوٹ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی نماز پڑھتے کو بلاتے اور کسی کام کا حکم دیتے تو اس دوران وہ نماز ہی میں رہتا جیسا کہ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے۔

۸۔ سورۂ بقرہ کا اثر

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، شیطان اُس گھر سے بھاگتا ہے۔ جس میں سورۃ البقرہ پڑھی جائے۔ (مسلم شریف)

۹۔ دو چمکنے والی سورتیں

دو چمکنے والی سورتیں بقرہ و آلِ عمران پڑھا کرو، یہ دونوں قیامت کے دن یوں آئیں گی جیسے بادل کے ٹکڑے یا سائبان یا صف بستہ چڑیوں کی ٹولیاں جو اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھا کرو کہ اس کا لینا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت، جسے جھٹلانے والے جھٹلا نہیں سکتے۔ (مسلم شریف)

۱۰۔ شاندار آیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوالمنذر ' کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس قرآن پاک کی کون سی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا "اللہ رسول ہی جانیں ' (پھر) فرمایا ' اے ابوالمنذر کیا جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کونسی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم" (یعنی آیت الکرسی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمہیں علم مبارک ہوا اے ابوالمنذر۔ (مسلم شریف)

۱۱۔ سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں

سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں ایسی ہیں کہ جو انہیں رات کے وقت پڑھے، وہ اس کے لیے کافی ہیں۔ (بخاری مسلم)

۱۲۔ سورۃ الکہف

جو سورۃ الکہف کی پہلی دس آیتوں کی پابندی کرے گا، فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم)

۱۳۔ سورۃ الاخلاص

قُل ھُو اللہ احد (یعنی پوری سورت) تہائی قرآن کے برابر ہے (مسلم)

۱۴۔ رات کا عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو ہاتھ ملا کر اُن میں آخری تین سورۃ پڑھ کر پھونکتے پھر جسم کے جس حصے تک ہو سکتا ' وہ ہاتھ پھیرتے ' تین بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم یونہی کرتے۔ (مسلم بخاری)

(۱۵)۔ سینے کی ویرانی

جس کے سینے میں قرآن نہیں، ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی)

(۱۶) ایک حرف قرآنی کا ثواب

جو قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے اُسے ایک نیکی اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر، میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی)

۱۷۔ قاری قرآن کے والدین

جو قرآن پڑھے اور اس کے احکام پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے اچھی ہوگی اس صورت میں کہ سورج تمہارے گھروں میں ہو یعنی سورج تمہارے گھروں میں ہو تو کتنی روشنی ہوگی اس سے بھی زیادہ روشنی اس تاج کی ہوگی پھر اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اس پر عمل کرے۔

(احمد و ابو داؤد)

۱۸۔ دس آدمیوں کی بخشش

جو قرآن پڑھے، پھر اُسے یاد رکھے، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس آدمیوں میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ جن کے لیے دوزخ ضروری ہو چکی (احمد، ترمذی وغیرہ)

۱۹۔ قرآن کا دل

ہر چیز کا ایک دل ہے اور قرآن پاک کا دل سورہ یسین ہے، جو سورہ یسین پڑھے تو اللہ اُسے اس کی تلاوت کی برکت سے دس بار قرآن مجید ختم کرنے کا ثواب دے گا۔ (ترمذی، دارمی)

۲۰۔ سورۃ الملک

قرآن کی ایک تیس آیتوں والی سورت نے ایک شخص کی یہاں تک شفاعت کی کہ اُس کی بخشش ہوگئی وہ سورۃ ہے تبارک الذی بیدہ الملک (احمد)

۲۱۔ تین سورتیں

اذا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ نصف قرآن کے برابر، قل ھو اللہ اَحد" تہائی قرآن کے برابر اور قُل یا یھا الکفرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی)

۲۲۔ قرآن زینت

ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورہ رحمٰن ہے۔

رحمت کا نزول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے (عِنْدَ ذِکْرُ الذّٰکِرِیْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمہ) ذاکرین کے ذکر کے وقت رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔

(حدیث پاک)

کیا غائبانہ نماز جنازہ مسنون ہے

علامہ شفقات احمد نقشبندی

مجلہ "الحقیقہ" کے حقیقت پسند قارئین کرام! آج کل اکثر "غائبانہ نماز جنازہ" کے اشتہار اور بینر آپ کی نظر سے گذرتے رہتے ہوں گے بلکہ بعض جگہ وال چاکنگ کے ذریعہ سے بھی اس بات کی تشہیر کی جاتی ہے۔ کہ جی فلاں صاحب فلاں مقام پر "شہید" ہوگئے ہیں بنا بریں فلاں تاریخ کو فلاں جگہ پر فلاں وقت ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جائیگی اور جماعت کی فلاں نامور شخصیت ان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھائے گی۔ اس "غائبانہ نماز جنازہ" کے نام پر اتنے اہتمام والتزام اور اشتہارات واعلانات کے ذریعہ سے ایک خلقت کو جمع کرنے کا جو ذاتی اور جماعتی اصل مقصد ہے اس سے تو ہم فی الحال اغماض کرتے ہیں ویسے ان اجتماعات میں شامل ہونے والوں پر یہ حقیقت بھی خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ ہمیں یہاں جمع کرنے کا مقصد اصلی ہمیں کیا "جمع" کرنا تھا۔ البتہ فی الحال ہم اس "غائبانہ نماز جنازہ" کے متعلق یہ تحقیق پیش کرتے ہیں کہ اس "غائبانہ نماز جنازہ" کی شرعی حیثیت کیا ہے اور جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کیا واقعی یہ "سنت" ہے۔ جناب اگر آپ تھوڑا سا بھی غور کریں تو آپ کو اس بات کے اقرار کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا کہ یہ اعلانات، یہ اجتماعات اور یہ غائبانہ نماز جنازہ کا باقاعدہ طور پر پروگرام چند سال قبل ہی کی پیداوار ہے۔ جس کا ثبوت نہ قرآن میں موجود ہے، نہ احادیث مقدسہ میں کہیں بالتصریح ثبوت موجود ہے۔ نہ خلفاء راشدین کے تیس سالہ ادوار خلافت میں کہیں کوئی اس کی نظیر ملتی ہے اور نہ ہی قرون ثلاثہ میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔ حالانکہ کہا یہ جاتا ہے کہ دین صرف "ما انا علیہ و اصحابی" تک ہی محدود ہے یا کوئی مزید اس کا ثبوت دے تو "قرون ثلاثہ" تک دیکھنے اور ماننے کی اجازت دے دیگا۔ لیکن قابل غور بات تو یہ ہے کہ جس بات کا ثبوت "ما انا علیہ واصحابی" سے بھی نہ ملتا ہو اور باوجود موقع

فراہم ہونے اور کوئی امر مانع نہ ہونے کے "ادوار ثلاثہ" میں بھی معمول نہ رہا ہو۔ آخر اچانک اب یہ کیسے "مسنون" ہو گیا۔ ایسا تو بالکل نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی غیر متعصب اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سنت کی تعریف یہ ہے "ما واظب علیه مع ترک بلا عذر سنة" (ردالمحتار جلد نمبر ۱ ص ۸۷) یعنی سنت اس کام کو کہا جاتا ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو اور کبھی بغیر عذر چھوڑا بھی ہو۔ اور یہ بات یہاں مفقود ہے۔

تو کئی حضرات عام طور پر اس بارہ میں شاہ حبشہ "نجاشی" جن کا نام "اصحمہ" رضی اللہ عنہ تھا کے جنازے کو دلیل بناتے ہیں تو جناب اس کے متعلق گذارش ہے۔ کہ "نجاشی" جو کہ حبش کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے قیصر سے بادشاہ روم کو اور فرعون کہا جاتا ہے وہ خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے اور جب رجب 9 ھ میں ان کا حبشستان میں انتقال ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اسی دن مدینہ منورہ میں ان کے انتقال کی خبر دی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لے کر بقیع میں جا کر ان کا جنازہ پڑھا اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ص ۱۶۷ پر کتاب الجنائز کے باب نمبر ۱ "الرجل ینعی الی اهل المیت بنفسه" میں نقل فرمایا ہے پھر با اختلاف الفاظ اس روایت کو ص ۱۷۶ پر باب نمبر ۲ "من صف صفین او ثلاثة علی الجنازة خلف الامام" کے تحت نقل فرمایا ہے۔ پھر اسی صفحہ پر باب نمبر ۳ "الصفوف علی الجنازة" کے تحت بیان فرمایا پھر اسی روایت کو اسی باب ۳ میں ایک اور سند سے بھی بیان فرمایا پھر اسی صفحہ پر باب سنة الصلوة علی الجنائز

اس واقعہ کا

> اگر غائبانہ نماز جنازہ "جائز" یا "مسنون" ہوتا تو جبریل اتنا تکلف نہ کرتے بلکہ محض اتنی خبر دے دیتے کہ حضور جناب معاویہ لیثی مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو ان کا "غائبانہ" نماز جنازہ پڑھ لیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ مکمل اہتمام کے ساتھ پہلے جنازہ سامنے کیا گیا پھر اس سامنے حاضر میت پر جنازہ پڑھا گیا۔ فهو المطلوب۔

میں بھی فرمایا۔ پھر اسی واقعہ کو صفحہ نمبر ۱۷۷ پر "بابُ الصَّلاۃ علی الجنائز بالمُصلّٰی والمَسجد" کے تحت بھی بیان فرمایا۔ پھر ص ۱۷۸ پر "باب ۸ ۷ التَّکبیر اَربَعًا" کے تحت دو سندوں کے ساتھ اس روایت کو بیان فرمایا ہے۔
امام بخاری نے ان تمام مقامات پر ان آٹھ عدد روایات کو مختلف ابواب کے تحت نقل فرمایا ہے لیکن امام بخاری علیہ الرحمہ نے ان آٹھوں مقامات میں سے کسی ایک مقام پر بھی اس واقعہ کے تحت "غائبانہ نماز جنازہ" کے متعلق استدلال تو کجا کہیں معمولی سا اشارہ بھی نہیں فرمایا حالانکہ محدث ومفسر ومحقق اہلحدیث نواب صدیق الحسن بھوپالی صاحب اور طبقات شافعیہ وغیرہ کے مطابق امام بخاری شافعی ہیں اور غائبانہ جنازہ کے قائل ہیں۔

اصول حدیث کا یہ کوئی اصول ہے ہی نہیں کہ جو روایت امام بخاری نقل نہ فرمائیں وہ یقیناً غلط ہی ہوتی ہے۔ ورنہ پھر مخالفین کیلئے بھی مشکل بن جائے گی جو اپنا مطلب نکالنے کیلئے بروقت اور ہر مسئلہ میں ہر درجے کی کتب حدیث کے حوالے دیتے رہتے ہیں۔ بلکہ ایک مقام پر تو خود امام بخاری علیہ الرحمہ نے بھی یہ اصول بیان فرمایا ہے "والمُفسَّرُ یقضی علی المُبْہَم اذا رواہُ اَھلُ الثَّبت (بخاری ص ۲۰۱ کتاب الزکوۃ۔ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء......) یعنی اگر ایک مقام پر کوئی روایت (یا واقعہ) کچھ مبہم (اور مختصر) بیان کیا گیا ہو اور دوسرے مقام پر اس کی کچھ تفصیل بیان کردی گئی ہو تو اگر وہ تفصیل کوئی ثقہ راوی بیان کرے تو اس تفصیل کو قبول کیا جائے گا اور اسی پر عمل ہوگا۔ تو چونکہ امام بخاری کے علم میں وہ مفصل روایتیں بھی تھیں اسی لئے ان کے نزدیک اس واقعہ سے غائبانہ نماز جنازہ ثابت نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا آپ نے اس سے یہ استدلال نہ کیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے "باب الصفوف علی الجنازۃ" کے تحت ایسے کئی اقوال اور بعض دو روایات بھی بیان فرمائی ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں
"ومن ذالک قول بعضهم کشف له صلی الله علیه وسلم عنه حتی رآه فتکون صلاته علیه کصلاۃ الامام علی میت رآه ولم یره المأمون ولا خلاف فی جوازها...... عن ابن عباس قال کشف للنبی صلی الله علیه وسلم عن سریر النجاشی حتی رآه وصلی علیه. ولا بن حبان من حدیث عمران ابن حصین فقام و صفوا خلفه وهم لا یظنون الا ان جنازته بین یدیه. اخرجه من طریق الاوزاعی عن یحی بن ابی کثیر عن ابی قلابة عن ابی المهلب عنه. ولا بی عوانة من طریق ابان وغیره عن یحیی بن ابی کثیر فصلینا خلفه ونحن لا نری الا ان الجنازۃ قد امنا" (فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر ۳ ص ۱۴۰ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت طبع ثانیہ ۱۴۰۲ھ)

یعنی بعض قائلین کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے سامنے نجاشی کا جنازہ ظاہر کر دیا گیا تھا اور آپ نے میت کو دیکھ کر جنازہ پڑھا تو پھر یہ جنازہ اس نوعیت کا ہوگا جس میں امام تو میت کو دیکھ رہا ہو لیکن مقتدی نہ دیکھ رہے ہوں۔ اور اس طرح کے جنازہ کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نجاشی کی چارپائی ظاہر فرما دی گئی تھی اور آپ نے میت کو دیکھ کر اس پر نماز جنازہ پڑھا۔ اور محدث ابن حبان بھی اپنی صحیح میں جناب سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجاشی کا جنازہ پڑھانے کیلئے کھڑے ہوئے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں (اور آپ نے جنازہ پڑھایا) اور صحابہ یہی سمجھتے تھے کہ جنازہ آپ کے سامنے موجود ہے۔ اور محدث ابو عوانہ نے بھی یہ نقل کیا ہے کہ صحابہ فرماتے تھے کہ ہم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پیچھے نجاشی کا جنازہ پڑھا اور ہم یہی سمجھتے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے" کیوں جناب اب سمجھ میں آیا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس واقعہ سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کیوں نہیں کیا۔ کیونکہ یہ جنازہ غائبانہ تھا ہی نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے جنازہ دیکھ کر اس پر نماز پڑھی تھی۔ نیز اس کے ساتھ محدث ومفسر و مناظر وامام اہلحدیث مولوی ثناء اللہ امرتسری کے حوالہ سے یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ امام عسقلانی مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھ چکے ہیں

> اگر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہوتی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اپنے تمام دور دراز فوت ہونے والے صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ ضرور پڑھتے (حالانکہ بالکل نہیں پڑھا گیا) اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر صحابہ کرام پر بھی شرق وغرب کے مسلمان ضرور غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ حالانکہ ایسا کہیں سے ثابت نہیں ہے۔

کہ "شرح بخاری میں جن احادیث کو میں بغیر جرح کے نقل کروں گا وہ صحیح ہوں گی یا حسن" (فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی ص ۱۳۲) اب ذرا دوبارہ فتح الباری میں ذکر

نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تمام ظاہری زندگی میں آپ کی عادت کریمہ کے متعلق کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آپ دور دراز کے فوت ہونے والے مسلمان پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے اور نہ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کے ادوارِ خلافت میں اس بات کا کوئی ثبوت ملتا ہے حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام حضور کی ظاہری زندگی میں دور دراز مقامات پر فوت اور شہید ہوتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ان کا بڑا دکھ بھی ہوا حتی کہ قراء کی جماعت کے شہید ہونے پر آپ تقریباً ایک ماہ تک اُن کے قاتلوں کے لئے نماز میں بددعا فرماتے رہے لیکن شہدا کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا۔

کردہ روایات بالا ملاحظہ فرمائیں۔ امام عسقلانی ان روایات کا بیان ذکر کرکے خاموشی سے بلا جرح وتنکیر آگے گزر گئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ ان محدث کبیر جن کو "خاتم الحفاظ" بھی کہا جاتا ہے۔ کے نزدیک یہ احادیث "صحیح" ہیں یا پھر کم از کم "حسن" تو ضرور ہیں۔ ورنہ امام عسقلانی ان روایات پر ضرور جرح و تنکیر فرماتے فللّٰہ الحمد ۔ اور اس بات پر ہر وہ مومن ضرور یقین رکھے گا "ان اللّٰہ علی کل شیئ قدیر "پر ایمان رکھتا ہے اور ایسا پہلے بھی کئی مرتبہ ہو چکا ہے مثلاً واقعہ معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کردیا تھا اور آپ مکہ شریف میں بیٹھے اس کو سامنے دیکھ رہے تھے۔ (بخاری، ۶۸۴ کتاب التفسیر۔ سورہ بنی اسرائیل۔ باب قولہ اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام) اور ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز کے دوران جنت اور دوزخ مدینہ شریف میں مسجد نبوی شریف میں آپ کے اتنی قریب کردی گئی تھی کہ آپ جنت کے باغ میں سے انگور کا ایک گچھا توڑنے لگے تھے (بخاری ص ۷۸۳ کتاب النکاح۔ باب۔ کفران العشیر) نیز یہ نجاشی علیہ الرحمہ کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے کردیا جانا اور آپ کا جنازہ کو دیکھ کر۔ میت کو سامنے دیکھتے ہوئے حاضر میت پر جنازہ پڑھنا اور بھی بہت سے محدثین کرام اور مفسرین عظام نے تحریر فرمایا ہے مثلاً سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۹ "وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ......الخ" کے تحت۔ تفسیر قرطبی نمبر۲ ص ۸۲، تفسیر کشاف نمبر۱ ص ۴۹۱، تفسیر صاوی نمبر۱ ص ۱۸۷، تفسیر مظہری نمبر۲ ص ۴۶۶، اسباب النزول امام واحدی وغیرہ ص ۱۰۳ پر مذکور ہے نیز مسند امام احمد نمبر۴ ص ۵۱۷، ابن سعد نمبر۳ ص ۴۶، جوہر النقی نمبر۴ ص ۵۰، ص ۵۱، حاشیہ بخاری ص ۱۶۷، حاشیہ ترمذی نمبر۱ ص ۱۲۱، حاشیہ نسائی نمبر۱ ص ۲۷۵، انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ ص ۱۱۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ نمبر۴ ص ۱۳۹، اشعۃ اللمعات نمبر۱ ص ۲۲۷، البدایہ والنہایہ نمبر۴ ص ۲۴۷، مواہب لدنیہ نمبر۲ ص ۴۸۳، زرقانی علی المواہب نمبر۷ ص ۲۰۹، فتح القدیر نمبر۲ ص ۸۱، نیل الاوطار نمبر۴ ص ۵۰، زادالمعاد نمبر۴ ص ۱۳۵، مظاہر حق نمبر۲ ص ۵۰، مراقی الفلاح وطحطاوی ص ۴۸۰ وغیرہ پر بھی اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔

لہٰذا یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے شاہ حبش "نجاشی علیہ الرحمہ" کی جو نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ وہ "غائبانہ نماز جنازہ" نہیں تھا بلکہ قدرت خداوندی کے تحت آپ کے معجزہ کے طور پر نجاشی علیہ الرحمہ کا جنازہ، اُس کی چارپائی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے کر دی گئی تھی اور آپ بچشم ظاہر اُس کو دیکھ رہے تھے اور اس طرح آپ نے ظاہر میت پر جنازہ پڑھا تھا چاہے مقتدیوں کو نظر نہیں آرہا تھا لیکن قرائن سے صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ واقعی جنازہ آپ کے سامنے موجود ہے۔ بعض لوگ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" کے تحت ایک اور واقعہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جی حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک اور صحابی جناب معاویہ بن معاویہ المزنی اللیثی کا جنازہ بھی غائبانہ پڑھایا تھا۔ آیئے اختصار کے ساتھ ان کے ترکش کے اس بوسیدہ تیر کا بھی معائنہ کرلیں۔ محدث ابن عبدالبر جو کہ اسماء الرجال کے فن کے مسلم امام ہیں آپ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "الاستیعاب" میں اس واقعہ کو اس طرح نقل فرمایا ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا محمد مات معاویة بن معاویة المزنی افتحب ان تصلی علیه قال نعم فضرب بجناحه الارض فلم یبق شجرة و لا اکمة الاتضعضت و رفع الیه سریره حتی نظر الیه فصلی علیه (الاستیعاب ھامش علی الاصابہ نمبر۳ ص ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۸۴، مطبوعہ مکتبہ المثنی بغداد) یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تبوک میں تھے کہ جناب جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کے صحابی جناب معاویہ بن معاویہ مزنی مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے ہیں کیا آپ اُن کی نماز

جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا تو تبوک سے مدینہ منورہ تک تمام حجابات اُٹھ گئے اور جناب معاویہ مزنی لیثی کی چارپائی یعنی جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جناب معاویہ لیثی پر نماز پڑھی۔ قارئین کرام اس روایت کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ جنازہ ''غائبانہ'' ہے یا میت کو سامنے دیکھ کر۔ حاضر میت پر پڑھا جا رہا ہے یقیناً اس روایت میں تو کسی طرح کا کوئی ابہام یا اشکال ہے ہی نہیں ہے۔ صاف صاف بالتصریح بیان کر دیا گیا ہے کہ جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا تھا اور آپ نے جنازہ کو دیکھ کر اُس پر نماز جنازہ پڑھی۔ حیرت ہے یار لوگ اس روایت کو بھی غائبانہ نماز جنازہ کیلئے دلیل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو بشرط صحت روائیت۔ ہمارے مؤقف کو واضح کر رہی ہے کہ جبریل نے عرض کی۔ حضور کیا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنا پسند فرمائیں گے۔ آپ نے رضامندی ظاہر فرمائی تو جبریل نے ان کا جنازہ حضور کے سامنے کر دیا اور درمیان کے تمام حجابات اُٹھا دیئے تو آپ نے حاضر میت پر نماز جنازہ پڑھی۔

اگر غائبانہ نماز جنازہ ''جائز'' یا ''مسنون'' ہوتا تو جبریل اتنا تکلف نہ کرتے بلکہ محض اتنی عرض کر دیتے کہ حضور جناب معاویہ لیثی مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو اُن کا ''غائبانہ'' نماز جنازہ پڑھ لیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ مکمل اہتمام کے ساتھ پہلے جنازہ سامنے کیا گیا پھر اُس سامنے حاضر میت پر جنازہ پڑھا گیا۔ فھو المطلوب۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ محدث ابن عبدالبر علیہ الرحمۃ آگے فرماتے ہیں کہ اس روایت کا راوی ''علاء بن زیاد'' ہے جو کہ خود حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ نیز امام اہلحدیث قاضی شوکانی بھی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''اسانید ھذہ الاحادیث لیست بالقویة '' (نیل الاوطار نمبر۴ ص۵۰) کہ اس روایت کی اسناد قوی نہیں ہیں۔ لان فی اسنادہ العلاء ب ن یزید کان یضع الحدیث (حوالہ مذکورہ) کیونکہ اس کی اسناد میں علاء بن یزید بھی ہے جو کہ حدیثیں خود گھڑا کرتا تھا۔ لہٰذا یہ روایت تو ویسے بھی قابل حجت نہیں ہے اور جس جس محدث و مفسر نے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے تقریباً تمام نے اسی طرح ہی نقل فرمایا ہے۔ اور اگر یہ دلیل ہے تو پھر یہ مخالفین کی نہیں بلکہ ہماری دلیل بنتی ہے۔ ویسے بھی جنازہ کی شرائط میں سے یہ بھی ایک شرط ہے ''ان صلٰوۃ الجنازۃ یحتاج فیھا الی ان یکون الجنازۃ بمرأی من الامام (حاشیہ بخاری ص۱۶۷) کہ جنازہ یا اُس کا اکثر حصہ امام کے سامنے موجود ہونا چاہیے کہ امام میت کو دیکھ رہا ہو۔ یعنی میت امام کے سامنے حاضر ہونی چاہیے۔ بلکہ امام ذھبی تو لکھتے ہیں ''لا نعلم فی الصحابة معاویة و کذالک تکلم فیه البخاری '' (نیل الاوطار نمبر۴ ص۵۰) کہ ہم تو معاویہ بن معاویہ لیثی المزنی کو صحابہ میں سے جانتے ہی نہیں ہیں اور امام بخاری نے بھی ان کے متعلق کلام کیا ہے۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تمام ظاہری زندگی میں آپ کی عادت کریمہ کے متعلق کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آپ دور دراز کے فوت ہونے والے مسلمان پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے اور نہ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کے ادوارِ خلافت میں اس بات کا کوئی ثبوت ملتا ہے حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام حضور کی ظاہری زندگی میں دور دراز مقامات پر فوت اور شہید ہوتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ان کا بڑا دُکھ بھی ہوا حتیٰ کہ قراء کی جماعت کے شہید ہونے پر آپ تقریباً ایک ماہ تک اُن کے قاتلوں کے لئے نماز میں بددعا فرماتے رہے لیکن شہدا کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا اسی لئے امام الوہابیہ ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن قیم جوزی اپنی کتاب ''زاد المعاد نمبر۱ ص۱۴۴ طبع بیروت'' جس کے متعلق ''مجلہ الدعوۃ مارچ ۱۹۹۷ء کے صفحہ نمبر ۵۲ پر اس طرح تبصرہ کیا گیا ہے ''عالمی شہرت کی حامل ...... یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہونہار شاگرد اور عالم اسلام کے سرخیل عالم امام ابن قیم کی تالیف ہے...... یہ کتاب لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة کی تفسیر کہی جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ یہ سیرت رسول ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر بڑے فقیہانہ، مجتہدانہ اور محققانہ انداز میں قاری کی رہنمائی کرتی ہے کہ اس نے دنیا میں رہتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے کس طرح اور کس نہج پر زندگی بسر کرنی ہے کہ جس کی ضمانت پر آخرت میں اسے کامیابی و کامرانی کی نوید مل سکے۔ امام ابن قیم نے اس کتاب میں حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً تمام گوشوں کو احادیث صحیحہ، اقوال صحابہ و تابعین اور معتبر تاریخی حوالہ جات اور واقعات کی روشنی میں نہایت جچے تلے اور محققانہ انداز میں پیش کیا ہے...... یہ کتاب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تلخیص لکھی ہے'' پر لکھتے ہیں۔ ''فصل ولکم یکن من ھدیه و سنته الصلوٰۃ علی کل میت غائب. فقد مات خلق کثیر من المسلمین وھم غیب فلم یصل علیھم وصح عنه انه صلی علی النجاشی صلاته علی المیت'' یعنی اس بات کا بیان کہ تمام غائب میتوں پر جنازہ پڑھنا نہ تو حضور کا طریقہ تھا اور نہ ہی یہ آپ کی سنت ہے۔ کیونکہ بہت سے مسلمان دور دراز مقامات پر فوت

ہوئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا اور یہ بھی آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے نجاشی کی میت پر نماز جنازہ پڑھا تھا۔ پھر لکھتے ہیں ''وقال شیخ الاسلام ابن تیمیہ الصواب ان الغائب ان مات ببلد لم یصل علیه فیه صلی علیه صلاة الغائب کما صلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علی النجاشی لانه مات بین الکفار ولم یصل علیه وان صلی علیه حیث مات لم یصل علیه صلوٰة الغائب (زادالمعاد نمبر ا ص ۱۴۵) کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (جو کہ غائبانہ نماز جنازہ کے قائل ہیں اور نجاشی کے جنازہ کو دلیل سمجھتے ہیں) کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان دور کسی مقام پر مر جائے جہاں اُس پر جنازہ نہ پڑھا گیا ہو تو پھر اُس پر غائبانہ جنازہ پڑھا جائے گا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کا جنازہ پڑھا تھا کیونکہ وہ کافروں کے درمیان مرے تھے اور اُن پر جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا اور اگر کوئی غائب ایسے مقام پر مرے جہاں اُس پر جنازہ پڑھ لیا گیا ہو تو پھر اُس کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ کیوں جناب ماننے والے بھی مشروط اجازت دے رہے ہیں۔ تو گذارش ہے کہ ان کے ''شہداء'' جوان کے ہاتھوں یا ان کے سامنے شہید ہو جاتے ہیں ان کی نماز جنازہ بھی تو وہ وہاں اپنے سنٹروں اور مرکزوں میں ضرور پڑھتے ہوں گے، اور اگر نہیں پڑھتے تو کیوں نہیں پڑھتے؟ اور اگر وہاں نہیں پڑھتے تو پھر یہاں اتنی اشتہار بازی اور شور شرابا کیوں؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اسی طرح بخاری شریف کے حاشیہ میں بھی ص ۱۶۷ پر ہے۔ ''ولاجازت الصلوٰة علی غائب لصلی علیه السلام علی من مات من اصحابه ولصلی المسلمون شرقا و غربا علی الخلفاء الاربعة وغیرهم ولم ینقل ذالک'' یعنی اگر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہوتی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے تمام دور دراز فوت ہونے والے صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ ضرور پڑھتے (حالانکہ بالکل نہیں پڑھا گیا) اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر صحابہ کرام پر بھی شرق و غرب کے مسلمان ضرور غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ حالانکہ ایسا کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ نمبر ۴ ص ۱۴۰ پر غزوہ موتہ کا ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے ''لَمَّا الْتَقَی النَّاسُ بِمُؤْتَةَ جلس رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم علی الْمِنْبَرِ و کشف لَهٗ مَا بَیْنَهٗ و بَیْنَ الشَّام فَهُوَ یَنْظُرُ اِلٰی مُعْتَرَکِهِمْ فقال علیه الصلوٰة والسلام اخذ الرَّاْیَةَ زید بن حارثة فمضی حتی اُسْتُشْهِدَ وَصَلّٰی عَلَیْهِ وَدَعَالَهٗ و قال استغفروا له دخل الجنة وهو یسعی ثم اخذ الرأیة جعفر بن ابی طالب فمضی حتی اُسْتُشْهِدَ وصلی علیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و دَعَالَهٗ وقال استغفروا له دخل الجنة فهو یطیر فیها بجناحین حیث شاء'' یعنی جب صحابہ کرام جنگ موتہ میں برسرِ پیکار تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ کے اور ملک شام کے درمیان کے تمام حجابات اُٹھا لئے گئے اور آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہونے کے باوجود میدان جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید بن حارث نے پکڑا ہوا ہے آپ لڑتے رہے حتیٰ کہ آپ شہید ہو گئے پھر آپ نے اُن کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر تمام صحابہ کو بھی فرمایا کہ اُن کے لئے مغفرت طلب کرو۔ وہ جنت میں پہنچ گئے ہیں پھر فرمایا کہ اب جھنڈا جعفر بن ابی طالب (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بڑے بھائی) نے پکڑ لیا ہے وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے پھر حضور نے اُن کا جنازہ پڑھا اور آپ کے لئے دعا فرمائی اور صحابہ کو بھی فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت طلب کرو۔ آپ بھی جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور وہ اپنے دونوں بازوؤں سے جہاں چاہتے ہیں اُڑتے پھرتے ہیں۔ امام بن ہشام نے ''فتح القدیر نمبر ۹ ص ۸۱ مطبوعہ سکھر'' پر بھی اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔ لیکن اس روایت سے بھی غائبانہ نماز جنازہ پر دلیل نہیں پکڑی جا سکتی کیونکہ یہاں بھی تمام واقعہ آپ کے سامنے منکشف ہے ہاں البتہ اس روایت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ''دعا بعد جنازہ'' کا ثبوت مل رہا ہے۔

قارئین کرام! جو جو روایات اس مسئلہ کے اثبات پر پیش کی جاتی ہیں یا پیش کی جا سکتی ہیں وہ تقریباً ہم نے سب ہی بیان کر دی ہیں اور ان کی مختصر مگر جامع وضاحت بھی کر دی ہے اور بحمدہ حق واضح ہو گیا کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے خلفاء راشدین نے، صحابہ کرام نے، تابعین عظام نے، تبع تابعین کرام نے یعنی خیر القرون میں کبھی بھی کسی کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اور اگر واقعہ یہ ''مسنون'' یا کم از کم مستحب ہی ہوتا تو خیر القرون میں بھی ضرور اس ''مسنون'' کام پر عمل کیا جاتا رہا ہوتا۔ کاش کہ یہاں بھی یار لوگ اپنا گھسا پٹا فقرہ دہرا دیں'' کہ جو کام خیر القرون میں نہیں ہوا وہ بدعت ہے'' بلکہ یہ بھی ساتھ ہی پڑھ لیں۔ ''کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار'' تا کہ آپ کا ''غائبانہ نماز جنازہ'' بھی ''بدعت'' ثابت ہو جائے۔ ویسے اگر ذرا عقل سے کام لیں تو آپ کو یہ ماننے بغیر چارہ نہیں ہو گا کہ اگر غائبانہ نماز جنازہ کو جائز قرار دیدیا جائے تو پھر ''نماز جنازہ'' اور اس کے

لئے اہتمام والتزام اور اجتماع کا معاملہ بھی سرے سے ختم ہو جائیگا بلکہ اہل خانہ کے چند افراد مل کر جنازہ پڑھ لیں۔ باقی لوگوں کے لئے یہ اعلان کر دیا جائے کہ فلاں صاحب کا انتقال ہو گیا ہے دور دراز سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ سب لوگ اپنے اپنے مقام پر ہی اس کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھ لیں۔ اس طرح دور دراز سے آنے والوں کو بھی سہولت رہے گی اور صاحب میت اہل خانہ بھی مہمانداری کی مشکل سے بچ جائیں گے۔ یا پھر کسی معتبر دلیل سے ثابت کیا جائے کہ صرف ان ''خاص شہداء'' کا ہی غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ یہاں صحاح ستہ کی ایک حدیث بھی سن لیں۔ کہ جنازے کے اعلانات اور تشہیر تو خود شریعت غیر مسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ نمبر ۱ عن حزیفة..... انی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينعى عن النعى. هذا حديث حسن نمبر ۲ عن عبدالله. عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اياكم والنعى فان النعى من عمل الجاهلية قال عبدالله والنعى اذان بالميت. نمبر ۳ عن علقمه عن عبدالله نحوه ولم يرفعه..... والنعى عندهم ان ينادى فى الناس بان فلانا مات يشهدوا جنازته. (ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۱۱۷، ص ۱۱۸ ابواب الجنائز۔ باب۔ ماجاء فی کراھیة النعی۔ مطبع۔ مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ) یعنی جناب سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے کسی کی موت کے اعلان سے منع فرمایا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ نیز جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ کسی کی موت کے اعلان سے بچو (اعلان نہ کرو) کیونکہ موت کا اعلان زمانہء جاہلیت کی ایک رسم ہے۔ نیز جناب سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہ نے بھی جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے غیر مرفوع طور پر ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔ اور ''نعی'' سے ان کے نزدیک مراد یہ ہے کہ لوگوں میں یہ اعلان کیا جائے۔ کہ فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کے جنازے میں شامل ہوں۔ کیوں جناب۔ ہم پر تو آپ کی طرف سے پہلے ہی ''حدیث کو نہیں مانتے اور امام کی تقلید کرتے ہیں'' کا فتویٰ ہے لہٰذا فی الحال ہماری بات چھوڑیں۔ کم از کم جو لوگ بزعم خود ''اہلحدیث'' ہیں۔ ان کو تو بالکل ہی زیب نہیں دیتا کہ صحاح ستہ کی ایک ''حسن'' حدیث کے خلاف اس زور وشور اور کر وفر سے اعلانیہ طور پر عمل کریں اور اس دور جاہلیت کے عمل پر ایک کثیر رقم جو کہ سادہ لوح عوام سے مظلوم کشمیریوں کے خون کے بدلے میں بٹوری گئی ہو۔

اور وہ قوم کی ایک امانت ہو۔ اس امانت میں خیانت کرتے ہوئے۔ اس کو اس طرح بے دریغ اُڑایا جائے۔ اور اپنی ذاتی یا جماعتی غرض کے تحت صحاح ستہ کی ''حدیث حسن'' کا اجتماعی طور پر خلاف کیا جائے اور فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس طرح پرخچے اُڑائے جائیں۔ دور جاہلیت میں ایک گھڑ سوار گلیوں بازاروں میں اعلان کرتا تھا آج گھڑ سوار کا کام اشتہاروں سے نکال لیا جائے۔ بے شک طریقہ تو جدید ہو گا لیکن بات تو وہی رہے گی۔ لہٰذا سچے اہلحدیث کو تو اس خلافِ حدیث کام کی پر زور مخالفت کرنی چاہیے اور اس مخالف حدیث اور غیر مسنون کام پر مبنی محافل میں شامل ہو کر۔ معاونِ علی الاثم والعدوان۔ بن کر گناہ گار نہیں ہونا چاہیے۔ نیز عام طور پر تو یہی کہا جاتا ہے کہ ایک جائز کام بھی ناجائز اور غیر مشروع کام کی شمولیت سے۔ یا ایک مشروع کام بھی اگر غیر مشروع طریقہ سے کیا جائے تو وہ ناجائز اور گناہ ہو جاتا ہے۔ اسی مفروضے کے تحت۔ سوئم۔ ساتواں۔ دسواں۔ چہلم اور برسی وغیرہ یا زیارت قبور اور میلاد کی محافل کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے باوجودیکہ نفس ایصال کے جائز ہونے کے سب ہی قائل ہیں۔ تو آخر یہ قانون یہاں کیوں لاگو نہیں کیا جاتا۔ اگر وہ سب کچھ ناجائز ہے۔ جس میں خلاف حدیث بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔ تو یہ سب کچھ کیسے جائز ہو سکتا ہے جو کہ بالکل فرمان مصطفےٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہے۔ فافهموا يا اولو الابصار واعتبروا يا اولو الالباب. وما علينا الا البلاغ. والسلام على من اتبع الهدى. اللہ تعالیٰ ہر کسی کو حق واضح ہو جانے کے بعد فرقہ پرستی، ہٹ دھرمی اور تعصب کو چھوڑ کر حق کو مان لینے اور اس پر عمل پیرا ہو جانے اور پھر اس پر قائم و دائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یارب العالمین۔ بجاہ سید المرسلین۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

☆☆☆☆☆☆

حاجی اخلاق احمد انچارج ماہنامہ الحقیقہ کی والدہ ماجدہ علیل ہیں۔ تمام برادران طریقت سے ان کی صحت کے لئے دعا کی اپیل ہے۔

نذر ماننے کا شرعی حکم

مولانا محمد ضیاء اللہ قادری

نذر و منت کو پورا کرنے کا ثبوت قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا

(پ ۲۹ ع ۱۹)

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔

ثمّ لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق

(پ ۱۷ ع ۱۱)

پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر فانّ اللہ یعلمہ، ط وما للظلمین من انصارہ (پ ۳ ع ۵)

اور تم نے جو خرچ کردیا منت مانو اللہ کو اس کی خبر ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

قارئین کرام! ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نذروں کو پورا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اب حدیث شریف سے نذروں کو پورا کرنے کا ثبوت پیش خدمت ہے۔

احادیث شریفہ

امام الانبیاء والمرسلین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یقول النذر نذران فما کان من نذر فی طاعة اللہ وذلک وفیہ الوفاء وما کان من نذر فی معصیة اللہ فذلک للشیطن ولا وفاء فیہ ویُکفّرُ الیمین

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے نذر کی دو قسمیں ہیں پس جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو تو یہ اللہ کے واسطے ہے اور اس کو پورا کرنا ہے۔ اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہو یہ شیطان کے واسطے ہے اس کو پورا کرنا نہیں ہے اور نذر ماننے والا کفارہ ادا کرے گا جو قسم کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

ناظرین کرام: سرور عالم، نور مجسم شفیع معظم، خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نذر کی دو قسمیں ارشاد فرمائیں ایک فی طاعة اللہ . دوسری فی معصیتہ اللہ، جو نذر طاعۃ اللہ میں ہے اس کو پورا کرنے کا حکم فرمایا اور جو نذر معصیتہ اللہ میں ہے اس کو پورا نہ کرنے کا حکم ہے اب خود غور کریں کہ قرآن مجید، درود شریف، کھانے کے ثواب کا نذرانہ اولیاء اللہ کی ارواح کو پیش کرنا، یہ طاعۃ اللہ ہے، یا کہ معصیت اللہ ہر مسلمان یہی کہے گا کہ طاعۃ اللہ ہے، اہلسنت و جماعت کا یہی عقیدہ او نظریہ ہے، اس میں معصیت اور حرام اور ناجائز کون سی بات ہے؟

حدیث شریف نمبر ۲

سید المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

انّ سعد بن عبادة استفتی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فی نذر کان علی امّہ توفیت قبل انْ تقضیہ، فقال النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اقضہ عنہا

سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر کے متعلق فتوی پوچھا جو ان کی ماں پر لازم تھی اور وہ نذر کو پورا کرنے سے پہلے ہی فوت ہو چکی تھیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں کی طرف سے نذر کو پورا کرو۔

(صحیح بخاری شریف صفحہ ۳۸۱، صحیح مسلم شریف ترمذی شریف صفحہ ۱۸۴، مشکوۃ شریف صفحہ ۲۹۷، ابوداود شریف ج ۲ صفحہ ۴۹،

حدیث شریف نمبر ۳

انّ امرأة اتت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فقالتْ یا رسول اللہ انّی نذرتُ انْ اضرب علی رأسک بالدّف قال اوفی بنذرک قالتْ انی نذرتُ انْ اذبح بمکان کذا و کذا مکانٌ یذبح فیہ اھل الجاھلیّة قال لصنم قالت لا قال لوثن قالتْ قال اوفی بنذرک.

تحقیق ایک عورت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں فلاں فلاں جگہ قربانی کروں گی اور وہ جاہلیت، کا مذبح ہے۔ آپ نے فرمایا بت کے واسطے، عرض کیا نہیں، فرمایا وثن کے واسطے، عرض کیا نہیں فرمایا اپنی نذر کو پوری کر۔

(ابو داود شریف ۲ ص ۴۹، عون المعبود ج

۳ص۲۳۵،مشکوۃ شریف ص ۴۹۸،اشعۃ اللمعات فارسی ج ۳ص۲۱۹،مرقاۃ شریف ج ۷ ص ۴۱،مظاہر حق ج ۳ص۲۴۴)

قارئین کرام:۔حدیث شریف کو بار بار پڑھیے اور اہلسنت وجماعت کے مسلک کی صداقت اور حقانیت کا اقرار کیجیے صحابیہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نذر مانی تھی۔

کہ آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ پھر دوسری نذر کہ فلاں مقام پر قربانی کروں گی، تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صنم اور وثن کے متعلق پوچھ کر وضاحت فرمادی کہ اگر کہیں کوئی بت ہو تو اس بت کے تھان پر ذبح کرنا ممنوع ہے اگر بت نہیں تو جگہ معین پر ذبح کرنے کی بھی نذر جائز ہے اب صنم اور وثن کی بھی وضاحت کر دی جاتی ہے۔تا کہ کوئی شخص سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں کو خراب کرنے کی کوشش نہ کرے۔

صنم اور وثن میں فرق

سید المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:۔

صنم اس کو کہتے ہیں جو جواہر معدنیت ڈھال کر بنایا جاتا ہے اور وثن اس کو کہتے ہیں جو پتھر اور لکڑی سے بنایا گیا ہو۔(المصباح المنیر جلد ۱صفحہ ۵۲۴)

حدیث شریف نمبر۴

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ:۔

ایک صحابی نے مقام بوانہ پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہاں مشرکوں کے بتوں میں سے کوئی بت ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے؟ عرض کیا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔(مشکوۃ شریف ص ۲۹۸، ابو داؤد شریف ص ۴۹، اشعۃ اللمعات فارسی ج ۳ ص ۲۱۹ مرقاۃ شریف ج ۷ ص ۴۰،مظاہر حق ج ۳ص ۲۴۴)

ناظرین کرام:۔حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نذر ماننا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کسی ولی، بزرگ کے کسی مخصوص مکان یا خانقاہ، درگاہ یا آستانہ پر جا کر اسے ادا کرے کیونکہ وہاں نہ کوئی بت ہوتا ہے جس کی پوجا ہوتی ہو۔اور نہ کافروں کا وہاں کوئی میلہ ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ صحابی رسول کی سنت ہے۔اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول کریم رؤف ورحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے نذر کو پورا کرنے کا حکم فرمایا۔

حدیث شریف نمبر ۵

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ شارح بخاری نے عمدۃ القاری میں بھی ایک حدیث درج فرمائی ہے۔

اِنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ تعَالٰی عَلَیهِ وَسَلَّم فقالَ یَا رَسُولَ اللهِ اِنّی نَذَرْتُ اِنْ فتَحَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیکَ بِمکَّةَ اِنَّ اٰتیَ البَیْتَ فَاُ قَبِلُ اَسفَلَ الاَسْکفتهِ فقَالَ قَبِلِ اَسفَلَ الاَسکِفتهِ فقالَ قَبل قَدمیْ اُمکَ وَ قد وَفَیتَ نَذرَکَ.

بیشک ایک آدمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔اُس نے عرض کی میں نے نذر مانی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ کی فتح دی تو میں بیت اللہ کے پاس جاؤں گا۔اور اس کی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی والدہ کے دونوں پاؤں کو بوسہ دو تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۸۲ جلد ۲۲ مطبوعہ مصر)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نذر مانا کرتے تھے اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو نذر پوری کرنے کی اجازت فرماتے تھے۔مطلقاً نذر کو حرام کہنے والے ذرا اپنے عقیدے پر غور فرمائیں نیز ثابت ہوا کہ بزرگوں کے پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے اور یہ سجدہ نہیں ہے۔

آخر میں دیو بندی اور غیر مقلدین اہلحدیث وہابی حضرات کے مجدد مولوی اسمٰعیل صاحب قتیل کی ایک عبارت پیش خدمت ہے۔ اگر وہابی دیو بندی علماء اس کو بار بار پڑھیں تو کبھی سنیوں پر حرام کھانے اور کفر کا فتویٰ نہ دیں عبارت ملاحظہ۔

مولوی اسمعیل دھلوی کا ارشاد

پس ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود وثواب آں بروح کسے از گذشتگاں بر ساند وطریق رسانیدن آں دعا خیر بجناب البیت پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن است و در خوبی ایں قدر امراز امور مرسومہ فاتحہا واعراس ونذر و نیاز اموات شک وشبہ نیست (صراط مستقیم)

(ترجمہ) پس ہر وہ عبادت جو مسلمان ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گذرے ہوئے کی روح کو پہنچائے اور اس کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرے تو یہ بہت ہی بہتر اور خوب ہے اور رسوم میں فاتحہ پڑھنے، عرس کرنے، مردوں کی نذر و نیاز کرنے کی رسموں کی خوبی میں شک وشبہ نہیں ہے۔

زبان میری ہے بات اُن کی

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

کشف و مراقبہ

غیر مقلدین حضرات صوفیہ کرام کے کشف و مراقبہ کو استہزا کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مجلہ الدعوۃ کی تحریروں میں ان معمولات کو ہندو جوگیوں، پروہتوں اور گمراہ بدعتیوں کا عمل قرار دیا جاتا ہے، سچ ہے

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

لیجئے ہم ان ''محققین'' کی خدمت میں ان کے ''امام اعظم'' کی تحریر رکھتے ہیں، حوصلہ کر کے اُس پر بھی ''ہندو جوگی'' اور مشرک و بدعتی کا فتویٰ لگائیں۔

مولوی اسماعیل دھلوی کا فیصلہ: تقویۃ الایمانی توحید کے ناشر اور غیر مقلدین حضرات کے شہید اعظم مولانا اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں۔

''اولیاء میں جو حکیم ہوتا ہے جسے صدیق و امام و وصی بھی کہتے ہیں، اس پر خدا کے یہاں سے وحی آتی ہے۔ اُسے نہ صرف بعض احکام کونیہ غیب و شہادت و معاملاتِ جزئیہ سلوک و طریقت بلکہ خاص احکام کلیہ شریعت و ملت بے واسطۂ انبیاء بھی پہنچتے ہیں۔ وہ انبیاء کا ہم اُستاذ ہوتا ہے، وہ انبیاء کی مثل معصوم ہوتا ہے۔ اس پر خاص امور شرعیہ میں کچھ تقلید انبیاء مطلقاً ضرور نہیں، بلکہ ایک وجہ سے وہ خود محقق ہوتا ہے۔ اس کا علم جسے حکمت کہتے ہیں علم انبیاء سے اصلاً کم نہیں ہوتا۔ صرف فرق اتنا ہے کہ انبیاء پر علانیہ وحی آتی ہے، اور اُس پر پوشیدہ''
(صراط مستقیم ملخصاً ص ۳۸ تا ۴۲)

نوٹ: جو کچھ امام الوہابیہ مولانا اسماعیل دہلوی نے لکھا یہ کسی بھی اہل سنت و جماعت صوفی، عالم اور صاحب فکر کا عقیدہ نہیں۔ حیرت ہے جو لوگ اتنا کچھ ہضم کر جاتے ہیں، اُن کو صوفیہ کے چند اشغال باطنی پر ''شرک و بدعت'' کی کیوں سوجھتی ہے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے مندرجہ بالا عبارت لکھ کر فرمایا ہے۔

''ان حضرات نے بات بات پر مسلمانوں کو کافر مشرک بنایا، یہاں تک کہ ان کے مذہب پر صحابہ و تابعین درکنار ان کے ساختہ پیغمبروں سے ہمارے سچے رسولوں تک کوئی ارتکاب شرک سے محفوظ نہ رہا۔ یہ اُس کی سزا ہے کہ ہر جگہ اپنے منہ آپ کافر ٹھہرتے ہیں'' (الیاقوتۃ الواسطہ ص ۲۰)

سید احمد شھید کا فیصلہ: تحریک بالاکوٹ کے انگریزی ہیرو اور غیر مقلدین کے امام مولانا سید احمد قتیل کا مراقبہ ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجئے۔

☆ ''جب میں عالم مراقبہ و معاملہ میں مشائخ دہلی کی ارواح کی طرف متوجہ ہوا تو خود کو تمام مشائخ سے اکمل و افضل پایا ہے'' (مخزن احمدی ص ۲۵۸)

☆ ایک روز ارواح مقدس حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بہاء الدین نقشبند سید صاحب کے حال پر متوجہ ہوئیں، اور ایک ماہ تک دونوں روحوں میں تنازعہ رہا۔ دونوں ارواح میں سے ہر ایک روح سید صاحب کو اپنی طرف کھینچنا چاہتی تھی۔ آخر دونوں روحوں نے آپس میں صلح کر لی۔ پھر دونوں نے مل کر آپ پر ایک پہر تک توجہ ڈالی۔ جس سے دونوں خاندانوں کی نسبت آپ کو حاصل ہوگئی۔'' (سوانح احمدی ص ۶۵)

☆ ایک روز عالم مراقبہ میں آپ کی ملاقات روح پر فتوح بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ اس وقت سید صاحب نے دیکھا کہ ایک چتر نور مقدس کا خواجہ صاحب ممدوح کے سر پر سایہ کر رہا ہے۔ پس اس وقت آپ کو یہ بھی دکھائی دیا کہ آپ کے سر پر دو چتر نور مقدس

کے سایہ کر رہے ہیں'' مخزنِ احمدی ص ۲۵

☆ ''اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں سید صاحب کا درجہ مولانا شاہ عبدالعزیز سے بڑھا ہوا تھا'' (سوانح احمدی ص ۱۲۱)

☆ ''ایک خواب میں سید صاحب نے ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدۃ النساء، فاطمہ زہرا کو دیکھا، حضرت علی نے آپ کو اپنے دستِ مبارک سے غسل دیا، اور اپنے ہاتھ سے سید صاحب کی خوب شست وشو کی جیسے کہ ماں باپ بچہ کو نہلاتے اور شست وشو کرتے ہیں، حضرت فاطمہ نے آپ کو عمدہ لباس پہنایا'' (مخزنِ احمدی ص ۲۴)

☆ ''سید صاحب کو بہت دفعہ مرقد مبارک کی داخلی بھی اس طرح سے حاصل ہوئی کہ دو گھڑی تک سید صاحب مرقد مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر مراقب بیٹھے رہے'' (سوانح احمدی ص ۱۵۸)

☆ ''جنت المعلی میں پہنچے اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار پر دیر تک مصروف دُعا رہے'' (سید احمد شہید ص ۲۲۱)

☆ ''سید صاحب حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے تھے'' (سوانح احمدی ص ۶۵)

☆ ''وادی صفریٰ میں حضرت شیخ عبدالرحیم یمنی اور حضرت ابوعبیدہ بن حارث جو غزوہ بدر میں زخمی ہو کر شہید ہوئے تھے کی زیارت سے مشرف ہوئے'' (ایضاً ص ۱۵۷)

☆ خود فرماتے ہیں ''کہ فقیر کو پردۂ غیب سے الہام کے ذریعے بشارت ربانی نصیب ہوئی کہ وہ ''کفار دراز موباں'' یعنی سکھوں کا استیصال کریں، (مکتوباتِ احمدی ص ۱۸۰)

☆ ''سفر جہاد سے پہلے آپ کو الہام ربانی ہوا تھا کہ ملکِ پنجاب آپ کے ہاتھوں پر فتح ہو کر پشاور سے دریائے ستلج تک مثل ملک ہندوستان کے رشک افزائے چمن ہو جائے گا، چنانچہ ان متواتر وعدہ ہائے فتح سے آپ کا ہر ایک مُریدواقف تھا'' (سوانح احمدی ص ۱۷۲)

نوٹ: اُن دنوں ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ اور اُس پلید حکومت کے دوران ہندوستان ''رشک افزائے چمن'' تھا۔ جبکہ سرحد کے مسلمان مشرک و بدعتی تھے جن کے خلاف وہ جہاد کو نکلے، یہ ہے تحریک وہابیت کا مقصد، کافروں سے دوستی، مسلمانوں سے دشمنی۔ الدعوۃ والوں نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے ہار کا علم نہ تھا۔ شہید ہونے والے ستر صحابہ کرام کی شہادت کا علم نہ تھا، وہ ان عبارتوں کو پڑھیں اور کچھ غور کریں کہ سید صاحب کو تو الہام پر الہام ہو رہا ہے، مراقبے سے احوال برزخ اجاگر ہو رہے ہیں۔ مستقبل کی فتوحات کا علم یقین نصیب ہو رہا ہے۔ کیا یہ سب کفر و شرک نہیں۔ اگر ہے تو کہیے سید صاحب کافر و مشرک تھے، اسماعیل دہلوی کافر و مشرک تھے، اور اگر نہیں تو پھر کیا آپ لوگ اپنے راہنماؤں مولویوں کو حضور نبی الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بلند نگاہ سمجھتے ہیں، حضور کے پاس کوئی کمالِ علم نہیں تھا اور ان مولویوں کے پاس سب کچھ تھا۔ افلا یتفکرون، آخر تم لوگ غور کیوں نہیں کرتے؟ سید صاحب کا علم غیب ملاحظہ فرمائیے اور کچھ تو بولیے یہ سب کیا ہے۔

☆ ''اے میری بہن میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور چین کا کفر، اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گی اللہ رب العزت مجھے نہیں اٹھائے گا، اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف کرلے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ

---------- نماز کے دوران اگر شیخ کامل کا تصور آجائے تو حضرتِ مجدد الف ثانی قدس سرہ کا فیصلہ ہے ----------

''اے محبِ محترم! طالبان حق اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے۔ اور شیخ مقتدا کی قلیل صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو، رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجود لہ، محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے، اس قسم کی دولت سعادت مند لوگوں کو میسر آتی ہے۔ تا کہ تمام احوال میں صاحبِ رابطہ کو اپنا وسیلہ سمجھیں اور تمام اوقات اسی طرف متوجہ رہیں، نہ ان بے دولت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو بے نیاز جانتے ہیں اور توجہ کے مرکز کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں''

نوٹ: یہ سب وعدے معاہدے، مراقبوں، الہاموں، خوابوں اور کشفوں کے مرہون منت تھے یا حضرت روح الامین اُن کے پاس آیا کرتے تھے، سوال یہ ہے کہ اگر یہ مراقبے سچ ہیں تو اُن حضرات صوفیہ کے مراقبے کیوں سچ نہیں، اُن حضرات اولیاء کے کشف کیوں معتبر نہیں جو بہ اعتبار سے تمہارے سید صاحب سے افضل و اعلیٰ ہیں، اگر یہ ہندو جوگیوں اور پروہتوں کی طرح ہیں تو تمہارے سید صاحب کیوں نہیں؟

کرنا، کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا'' (سوانح احمدی ص ۱۷۱)

☆ ''ملک پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہوگا اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ آئے گی'' (ایضاً ص ۲۹۱)

نوٹ: یہ سب وعدے معاہدے، مراقبوں، الہاموں، خوابوں اور کشفوں کے مرہون منت تھے یا حضرت روح الامین اُن کے پاس آیا کرتے تھے سوال یہ ہے کہ اگر یہ مراقبے سچ ہیں تو اُن حضرات صوفیہ کے مراقبے کیوں سچ نہیں، اُن حضرات اولیاء کے کشف کیوں معتبر نہیں جو بہ اعتبار سے تمہارے سید صاحب سے افضل و اعلیٰ ہیں، اگر یہ ہندو جوگیوں اور پروہتوں کی طرح ہیں تو تمہارے سید صاحب کیوں نہیں؟

متفقہ شخصیات کے فیصلے

متفقہ شخصیات مبارکہ میں سے حضور امام ربانی مجدد الف ثانی، حضور شیخ الہند مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ الاسلام مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے علاوہ بیسیوں علماء کرام و صوفیہ عظام نے تصور شیخ، مراقبات، لطائف روحانیہ، مشاغل عرفانیہ، مکشوفات برزخیہ اور مروجہ رواجات طریقہ پر عمل کر رکھا ہے۔ دراصل قلم جہلا کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ جن کو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا بقول حالی۔

جس کو خدا کی شرم ہے وہ ہے بزرگ دیں — دُنیا کی جس کی شرم ہے مرد شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اس کو کیا کہیں — فطرت کا وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے

سردست صرف دو بزرگوں کے فیصلے مشاہدہ فرمایئے

نماز کے دوران اگر شیخ کامل کا تصور آ جائے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا فیصلہ ہے

''اے محب محترم! طالبان حق اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے۔ اور شیخ مقتدا کی قلیل صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو، رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجود لہ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے، اس قسم کی دولت سعادت مند لوگوں کو میسر آتی ہے۔ تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ جانیں اور تمام اوقات اسی طرف متوجہ رہیں، نہ ان بے دولت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو بے نیاز جانتے ہیں اور توجہ کے مرکز کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں'' (دفتر سوم مکتوب ۳۰)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

☆ ''خدا تک پہنچنے کی تیسری راہ شیخ کے ساتھ رابطہ کا طریقہ ہے۔ چاہیے کہ اُس کی صورت اپنے خیال میں محفوظ رکھ کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ اپنے نفس سے غیبت و فنا ہاتھ آئے۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء)

☆ ''سید عبدالرحیم کو کشف قلوب اور کشف قبور حاصل ہوا، جس قبر پر جاتے اس کی حقیقت بیان کر دیا کرتے تھے'' (انفاس العارفین ص ۱۰۳)

☆ ''سید عنایت اللہ کو حضرت شیخ کی توجہ سے قلیل مدت میں غیب کی باتوں کا کشف حاصل ہو گیا'' (ایضاً ص ۳۷۳)

☆ ''والد گرامی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت مراقبے میں تھا کہ غیبت کی کیفیت طاری ہو گئی اور میرے لئے وقت چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا۔ اور اس مدت میں آغاز آفرینش سے روز قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار مجھ پر ظاہر کر دیئے گئے'' (ایضاً ص ۶۱)

ظاہر شاہ کو "افغانستان کا شاہ" بنانے کا امریکی منصوبہ؟

تحریر۔ جناب خالد یزدانی

افغانستان کے معزول بادشاہ محمد ظاہر شاہ نے 1987 میں جرمنی کے ایک اخبار کو انٹرویو میں کہا تھا کہ میں نے اب اپنی رائے بدل دی ہے کہ میں ایک عام شہری کی حیثیت سے افغانستان جانا چاہتا ہوں اور کوئی بھی عہدہ قبول نہیں کروں گا اب یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے عوام کی کسی نہ کسی طرح مدد کرنے کو تیار ہوں۔

دراصل جب سے افغانستان کے بادشاہ محمد ظاہر شاہ کو ان کے برادر نسبتی محمد داؤد نے تخت سے اتارا اس وقت وہ بغرض علاج اٹلی گئے ہوئے تھے اور پھر اس وقت سے وہ اب تک وہیں قیام پذیر ہیں۔ افغانستان میں روس کی مداخلت اور افغان قبیلوں کی باہمی رنجشوں نے جب بھی معاملات خراب کئے عالمی رائے عامہ نے ظاہر شاہ کی دوبارہ تخت نشینی کے مسئلے کو ضرور اچھالا ہے لیکن عملی طور پر کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔

ظاہر شاہ افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ کے بیٹے ہیں نادر شاہ کو ابھی چار سال ہی بادشاہت کرتے ہوئے گزرے تھے کہ ان کو 1933 میں شاہی محل میں منعقد ہونے والی ایک تقریب میں قتل کر دیا گیا تھا اس وقت ظاہر شاہ کی عمر 19 سال تھی جب 8 نومبر 1933 کو انہیں افغانستان کی تخت نشینی ملی۔ ظاہر شاہ چالیس سال افغانستان کے بادشاہ رہے ابتدا میں وہ کم عمر تھے اور ان کو زیادہ تجربہ بھی نہ تھا لہٰذا ابتدائی سترہ سال ان کے چچاؤں ہاشم خان وغیرہ نے بحیثیت وزیر اعظم حکومت کی بعد ازاں 1953 میں ظاہر شاہ نے سردار داؤد کو افغانستان کا وزیر اعظم بنا دیا جو دس سال افغانستان کے وزیر اعظم رہے بعد ازاں 3 مارچ 1963 کو اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے تھے۔ 17 جولائی 1973 کو جب ظاہر شاہ اپنی آنکھوں کے علاج کے لئے اٹلی کے جزیرہ اجیا میں مقیم تھے سردار داؤد نے افغانستان میں بادشاہت ختم کر کے اسے جمہوری ملک بنانے کا اعلان کر دیا حالانکہ 1965 میں ظاہر شاہ نے افغانستان مین پارلیمانی جمہوریت کے نفاذ کا اعلان کی کیا تھا اور ملک کو ایک نیا آئین عیا تھا جس کے تحت شاہی خاندان کے افراد کو سیاست میں حصہ لینے کہا ممانعت تھی۔ سردار داؤد نے اقتدار میں آنے کے بعد اس آئین کو منسوخ کر دیا اور 17 جولائی 1973 کو افغانستان کے صدر کا عہدہ سنبھال لیا تھا۔ سردار داؤد کے افغانستان کی صدارت سنبھالنے کے بعد روس مزید افغانستان کے قریب آ گیا جبکہ صدر داؤد نے اپنے عہدہ صدارت میں اپنے مخالفین کے خلاف سخت اقدامات کرنے شروع کئے جس کے نتیجے میں 27 اپریل 1978 میں نور محمد ترہ کئی نے نہ صرف داؤد حکومت کا تختہ الٹ دیا

سردار داؤد، ظاہر شاہ کی بادشاہت ختم کر کے خود صدر بن گئے جب سابق شاہ روم میں آنکھوں کے علاج کے لئے گئے ہوئے تھے

امریکہ میں دہشت گردی کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا ہے

ملا عمر کہتے ہیں

امریکہ دنیا بھر میں اپنی کٹھ پتلی حکومتیں قائم کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے۔ انہوں نے امریکہ کو کہا افغان، عرب اور مسلمان ملکوں کو اکیلا چھوڑ دو، پھر تم محفوظ ہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تم عمر بھر غیر محفوظ رہو گے۔ انہوں نے افغانستان کے سابق شاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں امریکیوں کی حمایت سے واپس آتے ہوئے شرمندگی محسوس نہیں ہوتی؟ کیا تم افغانوں کی فطرت سے باخبر نہیں ہو کہ وہ تمہاری کرپٹ انتظامیہ کے خلاف جنگ کریں گے۔ میں دیکھوں گا جب تم افغانستان آؤ گے تو کیسے ہو گے تم ملک سے باہر بیٹھ کر بیانات جاری کر کے خوش ہو۔

اگر ظاہر شاہ شمالی اتحاد سے مل گئے تو ایک قابل عمل اتحاد بن جائے گا اور ظاہر شاہ کی واپسی پر ایک وسیع البنیاد حکومت قائم ہو جائے گی امریکی کانگریس کے ارکان اور شمالی اتحاد کے وفد کی افغانستان کے سابق شاہ سے ملاقاتیں

بلکہ اس خونی انقلاب کے نتیجہ میں سردار داؤد ان کے بھائی داؤد کے تین بیٹوں ان کی بیویوں' پوتوں' پوتیوں پر مشتمل تمیں افراد کو گولیوں سے اڑا دیا پانچ ماہ بعد 16 ستمبر 1979 کو افغانستان میں انقلابی کونسل کے کابل کے صدارتی محل میں ہونے والے اجلاس میں افغانستان کے اول وزیر اعظم اور وزیر دفاع حفیظ اللہ امین اور صدر نور محمد ترہ کئی کے حامیوں میں فائرنگ ہوگئی جس کے نتیجے میں صدر ترہ کئی ہلاک ہو گئے اور حفیظ اللہ امین نے اقتدار سنبھال لیا جن کا 27 دسمبر 1979 میں روس نواز افغانستان کے نائب وزیر اعظم ببرک کارمل نے تختہ الٹا دیا اور انقلابی کونسل نے سرسری سماعت کے بعد نہ صرف حفیظ اللہ امین بلکہ ان کے خاندان کو بھی ختم کر دیا۔ یوں مختصر سے عرصے میں ہونے والی اقتدار کی خونی جنگ ابھی جاری تھی کی 27 دسمبر 1979 کو روسی افواج افغانستان میں آ گئیں اور پھر افغانوں نے دس سال تک روسی افواج کا دیدہ دلیری سے مقابلہ کیا وہ تاریخ میں رقم ہے جنہوں نے محدود وسائل کے باوجود جذبہ سے ایک سپر پاور ملک کی افواج کا مقابلہ کیا اور اسے بالآخر وہاں سے واپسی اختیار کرنا پڑی۔ ایک غیر ملکی نشریاتی ادارے نے گزشتہ ہفتے اپنے ایک تجزیہ میں بتایا کہ افغانستان کے جلاوطن بادشاہ ظاہر شاہ کے حامیوں اور شمالی اتحاد میں طالبان کا مقابلہ کرنے کے لئے نئی سپریم اور ملٹری کونسل کے قیام پر اتفاق رائے ہوگیا ہے اس سمجھوتہ کے اہم نکات کی روم میں منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں منظوری دی گئی سمجھوتہ کی تفصیلات ایک دوسرے

اجلاس میں طے کی جائیں گی۔ نئی سپریم اور ملٹری کونسلوں کے سربراہ ظاہر شاہ ہوں گے جبکہ ان میں افغانستان کے اندر اور باہر سے اہم شخصیات شامل کی جائیں گی۔ ایک اور نیوز ایجنسی کے مطابق ملٹری کونسل سے افغانستان کو موجودہ المیہ سے نجات حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ ادھر شمالی اتحاد کے مندوب محمد یونس قانونی نے کہا کہ طالبان کے خلاف امریکی حملہ کی دھمکی نے طالبان کے مخالف گروپوں کو متحد کر دیا ہے۔ تاہم حکمران طالبان کے سربراہ ملا محمد عمر نے سابق شاہ کی اقتدار میں واپسی کو مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ باہر سے مسلط ہونے والے کسی حکمران کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کا مستقبل اللہ کے فضل و کرم سے روشن ہوگا۔ افغانستان کے جلاوطن صدر برہان الدین ربانی کی حکومت نے کہا ہے کہ وہ سابق شاہ ظاہر شاہ کی سربراہی میں متحدہ قومی حکومت کی مخالف ہے۔

افغان امور کے ماہر پاکستانی صحافی نے حوالے سے بتایا کہ اگر افغانستان میں پر امن ذرائع استعمال کر کے حکومت کی تبدیلی لائی گئی تو اس صورت میں ظاہر شاہ کے بڑے امکانات بنتے ہیں لیکن اگر طاقت کے ذریعے تبدیلی آئیگی تو پھر وہی برسر اقتدار آئے گا جس کے پاس ہتھیار اور لڑنے والے ہوں گے۔ ظاہر شاہ کے پاس اس وقت لڑنے والے نہیں ہیں افغان عوام کی اکثریت کی یہ خواہش ہے کہ مزید جنگ نہ ہو اگر ظاہر شاہ کے ذریعے افغانستان میں امن قائم ہوتا ہے اور ایسی حکومت بنتی ہے جس میں سب لوگوں اور سب علاقوں کی نمائندگی ہو تو افغان عوام اس کا خیر مقدم کریں گے۔ ظاہر شاہ 86 سال کے ہو چکے ہیں اگر وہ عبوری حکومت کے سربراہ کے طور پر واپس افغانستان جاتے ہیں تو اس عبوری حکومت میں شامل دھڑوں کو قابو میں رکھنا اور افغانستان جیسے مشکل ملک کو سنبھالنا ظاہر شاہ کے لئے واقعی بڑا مشکل کام ہوگا۔ اگر امریکہ روس اور افغانستان کے پڑوسی ممالک کی جانب سے تعاون نہ کیا گیا تو ظاہر شاہ کے لئے ملک کا نظام سنبھالنا مشکل ہوگا۔ اس

----------ظاہر شاہ کہتے ہیں----------

گزشتہ ہفتے روم کے کنگرو پیلس میں امریکی کانگریس کے وفد کے ارکان کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے افغانستان کے سابق شاہ نے کہا کہ افغانستان میں طالبان مستقبل کی مخلوط حکومت میں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ انہوں نے وفد کو یقین دلایا کہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ساتھ ہیں۔ امریکہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر افغانستان میں امن کیلئے کوشاں افراد کی امداد اور سیاسی حمایت سے مدد کر سکتا ہے۔ بعد ازاں ایک انٹرویو میں ظاہر شاہ نے کہا کہ میں اپنے ملک افغانستان واپس جانا چاہتا ہوں۔ مبصرین کے مطابق اگر ظاہر شاہ اور شمالی اتحاد مل گئے تو ایک قابل عمل اتحاد بن جائے گا اور ظاہر شاہ کی واپسی پر ایک وسیع البنیاد حکومت قائم ہو جائے گی۔

کے مطابق شمالی اتحاد بھی ظاہر شاہ سے مخلص دکھائی نہیں دیتا شمالی اتحاد ظاہر شاہ کے ذریعے طالبان کا تختہ الٹنا چاہتا ہے جس کے بعد وہ حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے گا۔

افغانستان میں صورتحال لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہوتی جا رہی ہے جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے امریکہ اور اس کے اتحادی افغانستان کے گرد گھیرا تنگ کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ 11 ستمبر 2001 کو امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون میں خود کش طیاروں کے ذریعے تباہی کے بعد سے ہوا ہے۔ امریکہ اس کا الزام افغانستان میں موجود دہشت گرد تنظیموں اور اسامہ بن لادن پر لگا رہا ہے اور کابل میں طالبان حکومت پر زور دیا جا رہا ہے کہ وہ جنگ سے بچنے کے لئے اسامہ بن لادن اور القائدہ کے دیگر ارکان کے علاوہ دہشت گردوں کے اڈوں کو ختم کرنے میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے تعاون کرے اور امریکہ نے جنرل اسمبلی سے قرارداد منظور ہونے کے بعد افغانستان پر فضائی حملے کی تیاریاں مکمل کر چکا ہے۔ اس کا سب سے بڑا بیڑا خلیج کی طرف بڑھ رہا ہے جہاں پہلے ہی امریکہ کے جدید ترین جنگی جہاز جمع ہیں۔ دوسری طرف روم سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق افغانستان کے سابق بادشاہ ظاہر شاہ اور شمالی اتحاد کے درمیان طالبان کی حکومت ختم کرنے پر اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ دو روزہ مذاکرات کے بعد جو بیان ہوا اس میں کہا گیا ہے کہ فریقین 120 رکنی سپریم کونسل کے قیام پر متفق ہو گئے ہیں جو جرگہ کا ہنگامی اجلاس بلائے گی۔

جس میں عبوری حکومت کے سربراہ اراکین کا انتخاب کیا جائے گا۔ یہ جرگہ صرف افغانستان کے اندر ہی منعقد ہو سکتا ہے۔ ظاہر شاہ کے نمائندے کا کہنا ہے کہ دو ہفتے بعد افغان اپوزیشن لیڈروں اور ظاہر شاہ کے درمیان ایک اور ملاقات ہوگی جس میں سپریم کونسل کے ارکان کا اعلان کیا جائے گا۔

شانِ علیؓ

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

عقل و دل و نگاہ کا منشا علی علی
حسنِ نبی کا جلوۂ رعنا علی علی

دینِ خدا کا نقشِ ہویدا علی علی
محبوبِ کبریا کا دُلارا علی علی

حاجت روا علی شہِ والا علی علی
جس کے نبی ہیں اُس کا ہے مولا علی علی

جانِ رسول، شوہرِ زہرا علی علی
زینب، حسن، حسین کا بابا علی علی

کہتی ہے دل کی ایک ایک دھڑکن نبی نبی
جاری ہے تارِ جاں پہ وظیفہ علی علی

مومن کو جس سے پیار منافق کو بغض ہے
معیارِ حق ہے صورتِ عیسیٰ علی علی

علمِ نبی کے شہر کا دَر جس کی ذاتِ پاک
حکمت کی موج، فکر کا دریا، علی علی

صحنِ حرم ہے مولدِ سرکارِ بُوتراب
الحق، شہیدِ مسجدِ کوفہ، علی علی

جناب حامد ریاض

طالبان کا خاتمہ؟

عوام اور حکومت آمنے سامنے

امریکا گیارہ ستمبر کی کاروائیوں کے ردعمل کے طور پر جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس میں پاکستان کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل ہے اور اس کے نتیجے میں خود پاکستان کے بہت زیادہ متاثر ہونے کا امکان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اندرون ملک ہر چھوٹی بڑی جماعت نے حکومت کے اس ضمن میں فیصلوں کے حق میں یا مخالفت میں بہت زور شور سے اپنے مؤقف کا اظہار کیا ہے۔ سب سے پہلا اور اہم ردعمل جماعت اسلامی کی 16 ستمبر کو منصورہ میں ہونے والی کل جماعتی کانفرنس میں سامنے آیا جس میں شریک تقریباً تمام جماعتوں نے حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ افغانستان اور طالبان کے خلاف کسی امریکی کاروائی میں آلہ کار نہ بنے۔ اس سے اگلے ہی روز لاہور میں پاکستان افغانستان ڈیفنس کونسل کا اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس میں ملک کی تمام قابل ذکر دینی سیاسی اور غیر سیاسی جماعتوں نے شرکت کی اور اتفاق رائے سے حکومت کی طرف سے امریکا کی افغانستان کے خلاف متوقع کاروائی کی حمایت کی مذمت کی گئی اور اس کے خلاف 21 ستمبر کو ملک گیر ہڑتال اور احتجاج کے طویل پروگرام کا اعلان کیا گیا۔ کونسل کی یہ اپیل خاصی مؤثر رہی اور ملک کے طول و عرض کے اکثر شہروں میں اس روز عام ہڑتال کر کے عوام نے حکومت اور بین الاقوامی طاقتوں پر یہ واضح کر دیا کہ پاکستانی قوم اپنے افغان بھائیوں کے خلاف کسی بھی کاروائی کا حصہ بننا تو ایک طرف، وہ ایسی ہر کاروائی کی مزاحمت کرے گی۔ اس روز احتجاجی پروگرام کے پہلے مرحلے کے طور پر لاہور میں ایک بہت بڑی ریلی منعقد کی گئی جس میں تمام مذہبی جماعتوں اور مجاہد تنظیموں کے کارکنوں نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ مختصر نوٹس پر منعقد کئے جانے کے باوجود یہ ریلی لاہور کی تاریخ کی چند بڑی ریلیوں میں سے ایک تھی۔

دفاع پاکستان افغانستان کونسل کے زیر اہتمام اس کامیاب ہڑتال اور احتجاج نے حکومت کو ایک زبردست دھچکا پہنچایا ہے اور اس کے جن کار پردازوں کا یہ خیال تھا کہ عوام حکومتی فیصلے کے خلاف سڑکوں پر نہیں آئیں گے ان کی یہ غلط فہمی دور ہو گئی ہے اور حکومت نے اپنے حامی عناصر کو تیزی سے منظم کرنا اور ان کی زور و شور سے تشہیر کا اہتمام کیا ہے، اس مرحلے پر ایک طرف ملک کی تمام قابل ذکر دینی، سیاسی جماعتیں اور جہادی تنظیمیں ہیں جب کہ ملک کی دو بڑی سیاسی جماعتوں میں سے بھی مسلم لیگ (ن) ان جماعتوں کا ساتھ دے رہی ہے، جب کہ ان کے مدمقابل حکومت کے حامی عناصر میں مسلم لیگ (قائد اعظم گروپ)، علامہ طاہر القادری کی عوامی تحریک اور بعض دیگر چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے علاوہ پیپلز پارٹی نے بھی کھل کر حکومت کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس طرح اس نئی صورت حال میں بین الاقوامی سطح کے علاوہ قومی سطح پر بھی نئی صف بندی ہو رہی ہے اور عین ممکن ہے کہ ماضی قریب میں ایک دوسرے کے حلیف مستقبل قریب میں ایک دوسرے کے حریف بن کر سامنے آجائیں۔ اس نئی صف بندی میں سب سے زیادہ نقصان نوابزادہ نصر اللہ خان کی قیادت میں قائم ملک کے سب سے بڑے سیاسی اتحاد اے آر ڈی کو پہنچے گا، جس کا وجود اب زیادہ دیر تک قائم رہتا دکھائی نہیں دیتا، کیونکہ اتحاد کے سربراہ نوابزادہ نصر اللہ خان حسب سابق حکومت کے مؤقف کے شدید خلاف ہیں، جب کہ اتحاد کی دو بڑی سیاسی جماعتوں میں سے ایک بڑی جماعت پیپلز پارٹی کھلم کھلا امریکا اور اس کی حمایت میں حکومت پاکستان کے مؤقف کی تائید کر رہی ہے۔ یہ کہا جاتا تھا کہ دنیا میں پاکستان تنہا ہو گیا ہے، مگر حالات و واقعات نے ثابت کیا ہے کہ پاکستان تنہا نہیں ہے، بلکہ بھارت سے زیادہ مغرب کی ضرورت ہے، کیونکہ پاکستان ایک طرف خلیجی عرب ممالک سے جڑا ہوا ہے، دوسری جانب وسط ایشیا میں نفوذ کی صلاحیت رکھتا ہے۔

> ۲۷ ستمبر کے ''یوم یکجہتی'' کو کامیاب بنانے کے لئے حکومت نے ہر سطح پر وسائل استعمال کیے اس کے باوجود غیر جانبدار حلقوں نے اسے کامیاب قرار دینے سے انکار کیا

یہ ممکن ہے کہ مغربی ممالک افغانستان کی نسلی اور لسانی بنیاد پر تقسیم کے ذریعے افغانستان کے ٹکڑے کر کے پاکستان اور وسط ایشیا کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دیں، لیکن وسط ایشیا کا پاکستان سے تعلق مغربی دنیا حتیٰ کہ بھارت کی بھی ضرورت ہے کہ بھارت کو وسط ایشیا کا راستہ پاکستان سے ہی مل سکتا ہے۔

پاکستان کی نئی اہمیت کا احساس پاکستان کو فائدہ دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ چند ٹکوں کے عوض بک جانے کی پالیسی اختیار نہ کرے جو پہلے بھی اختیار کی جاتی رہی ہے اس وقت پاکستان کی قسمت کے مالک فوجی جنرل ہیں اور قوم ان سے بجا طور پر توقع رکھتی ہے کہ وہ خطے میں پاکستان کے دور رس مفادات کو نظر انداز کر کے جلدی میں عارضی فوائد کے لئے کوئی سمجھوتہ نہیں کرینگے۔ پاکستان کے حکمران اپنے آپ کو تنہا خیال نہ کریں نہ کمزور سمجھیں، ان کے ساتھ بڑی طاقت ہے، اور یہ مسلم دنیا کے عوام کی ہے جو مغرب کے مقابلے میں سینہ تان کر کھڑا ہونا چاہتے ہیں۔ پاکستان کو ان عوام کا قائد بننا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مغربی دنیا کے خلاف جنگ آزما ہو جائے۔ یہ تو صیہونی خواہش کی تکمیل ہوگی پاکستان کو جو فرض ادا کرنا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مغربی دنیا کو احساس دلائے کہ عالم اسلام اب اس کے لئے ترنوالہ نہیں ہے اور وہ اپنی مرضی ان پر مسلط نہیں کر سکتی البتہ عالمی مفاہمت ممکن ہے، اس کے لئے پاکستان کردار ادا کر سکتا ہے، لیکن مغرب کو پہلے اپنی روش ترک کرنی ہوگی اور مفاہمت پسندی کا ثبوت دینا ہوگا۔ اس وقت تو مغرب اور بالخصوص امریکا محاذ آرائی پر تلا نظر آتا ہے، اور اپنے بحری بیڑے اور طیارے حرکت میں لے آیا ہے، ایسی فوجی حمل و نقل ہو رہی ہے جو عالمی جنگ کے موقع پر ہوئی تھی۔ جب کہ اسے مغرب کے اہل فکر بھی یہی مشورہ دے رہے ہیں کہ مسئلہ جنگ سے نہیں مذاکرات سے حل ہوگا، اور افغانستان پر حملے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ امریکا بھی حملہ نہیں کرے گا یا بہت محدود پیمانے پر حملہ ہوگا جس سے طالبان حکومت ختم نہیں ہو سکے گی۔ مگر اس چکر میں وہ دنیا کے اہم اڈوں کا قبضہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جو عالم اسلام میں واقع ہیں لیکن مسلم حکومتوں نے یہ اڈے امریکا کو دے دیئے تو مسلم عوام اور ان کی حکومتوں کے درمیان تصادم شروع ہوگا، اور اس تصادم میں مسلم حکومتیں امریکا کی امداد کے باوجود فتح حاصل نہیں کر سکیں گی۔

> صاف نظر آ رہا ہے کہ پاکستانی قوم اپنے افغان بھائیوں کے خلاف حکومت کی کسی بھی کاروائی پر شدید ردعمل کا مظاہرہ کرنے کو تیار ہے۔

> سوائے علامہ طاہر القادری کے تمام مذہبی جماعتیں حکومتی فیصلہ کے خلاف ایک بڑے اتحاد کی شکل اختیار کرتی چلی جا رہی ہیں۔

> ضلعی ناظمین کو مجبور کیا گیا کہ وہ ٹیلی ویژن پر آ کر پرویز مشرف کی پالیسی کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان کریں۔

جذبہ سعی

کہتے ہیں کہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم کو زندہ جلانے کے لئے ایک خوفناک آگ کا الاؤ روشن کیا تو چشم فلک نے دیکھا کہ ایک ننھا سا ابابیل چونچ میں دو قطرے پانی کے دبائے بڑے اضطرار کے عالم میں آگ کی طرف اڑا جا رہا ہے کسی نے پوچھا میاں اتنی بے تابی کے ساتھ کہاں کا ارادہ ہے؟ بولا ''نمرود کی آگ بجھانے جا رہا ہوں'' کہا! اے ناسمجھ پرندے کیا پانی کے یہ چند قطرے جو تمہاری چونچ میں ہیں نمرود کی آگ سرد کر دیں گے؟ ننھا ابابیل بولا مجھے معلوم ہے کہ میری یہ کمزور سعی اس سلسلے میں کچھ بھی کام نہ دے گی۔ لیکن ایک اور بات جو مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ جب نمرود کی آگ بجھانے والوں کی فہرست بنائی جائے گی تو اس میں میرا نام بھی ضرور شامل کیا جائے گا۔

رپورٹ

غلام دستگیر احمد

خبر نامہ .... خبر نامہ .... خبر نامہ ....

رجب المرجب شریف کے ماہِ عروج میں بزمِ لاثانی پاکستان، شیرانِ اسلام پاکستان اور جہادی تنظیم لشکرِ اسلام پاکستان نے مل کر مختلف دیہاتوں میں عظیم الشان پندرہ روزہ محافل معراج کا انعقاد کیا، محافلِ مبارکہ کی مفکرِ اسلام پروفیسر محمد حسین صاحب آسی سرپرستِ اعلیٰ شیرانِ اسلام پیر طریقت پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب سرپرست اعلیٰ بزم لاثانی اور پیر طریقت پیر سید شاہد حسین شاہ قادری امیر لشکرِ اسلام ضلع نارووال نے سرپرستی فرمائی جبکہ مولانا غلام مصطفےٰ مجددی ایم۔اے مدیر مسئول مجلۃ الحقیقہ نے معراجِ مصطفےٰ کے نورانی گوشوں پر خطابات کیئے، شکرگڑھ کے بلند پایہ علما کرام مولانا غلام عباس نقشبندی مولانا عبدالستار خان صدیقی، مولانا سلیم ربانی، مولانا محمد [illegible] نقشبندی، مولانا محمود احمد قادری، مولانا محمد سعید نقشبندی نائب امیر لشکرِ اسلام ضلع نارووال، مولانا عبدالرحمان قادری سابق اہل حدیث، مولانا حبیب [illegible] رضوی، مولانا محمد سلیم نقشبندی نے بھی اپنے مواعظ سے لوگوں کو مستفیض کیا، آستانہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ ٹرپٹی شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر سید حسین رضا قادری بھی اپنے متوسلین و مریدین کے ہمراہ خاص مقامات پر تشریف فرما ہوئے، عوام اہل سنت کی کثیر تعداد نے شرکت کر کے اپنے قلبی و روحانی جذبات و کیفیات کو اجاگر کیا، بالخصوص شیخ الاسلام خواجہ عبدالسلام چشتی المعروف بڑا بھائی علیہ الرحمہ کے دربارِ گوہر بار پر ہونے والی محفل میں اردگرد کے دیہاتوں سے سینکڑوں افراد نے شرکت کی اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کا درس حاصل کیا۔ الحمد للہ شیرانِ اسلام اور بزمِ لاثانی اور لشکرِ اسلام نے علاقہ میں بیداری کی لہر پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور دیہاتوں میں بدمذہبوں کے پھیلائے ہوئے اوہام کو پوری قوت سے توڑا ہے۔

شیرانِ اسلام کے مرکز نقش لاثانی نگر شکرگڑھ میں ستائیسویں رجب المرجب کو نمازِ مغرب کے بعد عظیم الشان محفلِ معراجِ مصطفےٰ کا انعقاد کیا گیا جس میں سرپرست اعلیٰ شیران اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب اور حضرت پیر سید شاہد حسین شاہ صاحب بطور خاص شریک ہوئے، مولانا غلام مصطفےٰ مجددی اور مولانا محمد سعید عامر نقشبندی نے صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی محبت و ارادت کے نذرانے پیش کیے، علاقے کی شخصیات جناب وقار احمد ایڈووکیٹ ناظم یونین کونسل پھلواڑی، جناب محمد عالم ایڈووکیٹ اور حاجی اخلاق احمد سابق وائس چیئرمین بلدیہ شکرگڑھ نے بھی شرکت کی۔

ستائیسویں رجب المرجب کو نمازِ عشاء کے بعد جامع مسجد حیات النبی نارووال میں عظیم الشان محفلِ معراجِ مصطفےٰ کا انعقاد کیا گیا، جس میں بلاشبہ عشاقِ مصطفےٰ کا جمِ غفیر حاضر ہوا، ثناخوانانِ رسول نے گلہائے عقیدت پیش کئے جبکہ خطیب مسجد مولانا غلام مصطفےٰ مجددی نے شانِ معراج بیان کی۔ منتظمِ اعلیٰ جناب الحاج محمد یعقوب صاحب اور ان کے دیگر اراکین مسجد نے بڑھ چڑھ کر اہتمام کیا۔

مورخہ ۱۴ اکتوبر نمازِ ظہر کے بعد سنی تحریک تحصیل شکرگڑھ کے دفتر واقع سرگالہ مارکیٹ کا افتتاح جناب پیر سید شاہد حسین شاہ اور مولانا غلام مصطفےٰ مجددی نے کیا، ان کے ہمراہ شہر کے علما کرام موجود تھے، شیرانِ اسلام کے مرکزی امیر جناب شجاعت علی مجاہد نے خصوصی خطاب کیا اور موجودہ حالات میں اہل سنت کے کردار پر خوب روشنی ڈالی۔ ان کے علاوہ مولانا غلام مصطفےٰ مجددی، مولانا محمد سلیم نقشبندی، مولانا صاحبزادہ رضا قادری ناظم اعلیٰ سنی تحریک شکرگڑھ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا، سب مقررین نے شہید اہل سنت مولانا محمد سلیم قادری علیہ الرحمہ کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کے قاتلوں کو پکڑ کر کیفرِ کردار تک پہنچانے کی اپیل کی، دفتر کی افتتاحی تقریب میں تمام سنی تنظیموں مثلاً دعوتِ اسلامی، شیران اسلام، ادارہ تعلیماتِ مجددیہ شکرگڑھ، بزم رشیدیہ اور بزمِ لاثانی نے بھرپور شرکت کی سنی تحریک کے ساتھ مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

مورخہ 17 اکتوبر کو شیران اسلام کے مرکزی دفتر مجلّہ نقش لاثانی نگر میں ایک اہم اجلاس زیرِ سرپرستی سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی صاحب منعقد ہوا جس میں طالبان کے کردار کی مکمل حمایت کی گئی اور بے گناہ مسلمانوں کے قتل کی شدید مذمت کی گئی اور صدرِ پاکستان جناب پرویز مشرف سے اپیل کی گئی کہ وہ فوری مداخلت کر کے بے گناہ مسلمانوں کے قتلِ عام کو بند کرائیں اور یہودیوں کے آلہ کار نہ بنیں۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل بھروسہ رکھیں۔ آخر میں ملک کی سلامتی کیلئے دعا کی گئی۔ اس موقع پر صدر بش کا پتلا بھی جلایا گیا۔

تازہ بہ تازہ

ابوطلحہ نوری کے قلم سے

اِسلامی نظریاتی کونسل کا فیصلہ

پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل نے بیاہ شادی پر جہیز کی لعنت اور بری مہندی، تیل اور مایوں کی مسرفانہ اور ہندوانہ رسومات پر پابندی کی تجویز پیش کی ہے، یہ رسومات یقیناً اسلامی تہذیب وتمدن کے سراسر خلاف ہیں، جو پاکستان جیسے غریب اور ترقی پذیر ملک کے عوام پر معاشی بوجھ ہی نہیں بلکہ اُن کے اسلامی تشخص پر بھی داغ ہیں۔ کتنے ہی مفلوک الحال لوگ اِن رسموں کی وجہ سے مقروض ہو جاتے ہیں، اپنی ظاہرداری اور سفید پوشی کو نبھانے کے لئے خواہ مخواہ کے احسانات مول لیتے ہیں، جہیز نہ لانے کی وجہ سے غریب بچیوں کی سسرال میں کیا حالت ہوتی ہے، اس سے کوئی انسان بھی ناواقف نہیں اور اوپر سے ہم رحمۃ للعالمین کی اُمت کہلانے پر فخر کرتے ہیں، کیا ان کی تعلیمات میں اس برائی کی کہیں گنجائش ممکن ہے؟ ہمیں چاہیے کہ اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کی فطری تعلیم اور سادگی کو مدنظر رکھیں، یقیناً ہزاروں مصائب ومہالک سے محفوظ رہیں گے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے تیجہ ساتہ اور چالیسواں بھی بند کرنے کی تجویز دی ہے، اس مقام پر ہمیں کچھ اختلاف ہے کیونکہ ہماری نظر میں کونسل کے فاضل ارکان نے اِس مسئلے کے ایک پہلو کو دیکھا ہے، کسی مسلمان کی وفات پر اِن رسوم کا اصل مقصد ایصال ثواب ہے، اور یہ رسوم صدیوں سے جاری وساری ہیں۔ اِن رسوم کے بارے میں اِن کی مخالفت کرنے والوں کے مسلمہ بزرگوں نے بھی جواز کا فتوی دیا ہے اور ان کے ثمرات وفوائد کا اقرار کیا ہے، ان میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی اسماعیل دہلویؔ، مولوی وحید الزماں، مولانا عبدالحی لکھنوی، مولوی قاسم نانوتوی اور نواب صدیق حسن بھوپالی کے نام شامل ہیں، نیز تمام مسالک کی متفقہ شخصیات حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؔ، حضرت شاہ عبدالحق دہلویؔ نے بھی ایصال ثواب کو تسلیم کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے، ہمارے پاس یہ تمام حقائق موجود ہیں، صرف شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؔ کی عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

☆ ''صدقات، دعائیں اور فاتحہ مردہ کے بہت کام آتی ہیں'' (تفسیر عزیز پارہ ۳۰ سورۃ القمر)

☆ فاتحہ، درود، صدقات اور (آل پاک) کے نام کی نذریں ساری اُمت میں مروج ہیں اور معمول ہیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۴۵)

باقی ان رسومات کو دعوت بنا کر بے محابا خرچ کرنا، برادری کو جمع کر کے اپنی ناک اُونچی رکھنا ان کی روح کے خلاف ہے۔ ایسی چیز دور ہونی چاہیے، باغ سے کانٹے دور کرنے چاہیں، باغ کو کاٹ دینا کونسی عقلمندی ہے، اِن رسومات کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کا حکم صدیوں سے جاری ہے، مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت نے ان کو پسند کیا ہے، اور ان کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے، تعامل اُمت سے روشن ہے۔ ہذا نظریاتی کونسل کو ایسی بات سے گریز کرنا چاہیے جس سے سوادِ اعظم کا دِل زخمی ہو جائے۔

دعوتِ اسلامی کا عالمی اجتماع

مورخہ ۵، ۶، ۷ اکتوبر کو 'صحرائے مدینہ' ملتان شریف میں اہل سنت وجماعت کی مایہ ناز تبلیغی وتحریکی جماعت ''دعوتِ اسلامی'' کا شاندار اجتماع ہوا، جس کی قیادت امیر دعوتِ اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ نے فرمائی ملک اور بیرون ملک کے سینکڑوں عشاق مصطفےٰ

نے جوق در جوق شامل ہونے کا شرف حاصل کیا، مربعوں زمین پر لاکھوں افراد ایک ہی رنگ میں رنگے نظر آ رہے تھے، سبز عماموں کی بہار کا روح پرور منظر نگاہوں کو نواز رہا تھا۔ سنت کے گلزار کھلے ہوئے تھے، انتظام بہت عمدہ تھا، نظم وضبط دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کسی منتظم ہو رہے ہیں، مولانا کی تقریر اثر پذیر نے ہر دل کو تڑپایا اور ہر آنکھ کو رلایا۔ انہوں نے نہایت عزم سے فرمایا کہ ''دعوت اسلامی کا مشن قیامت تک جاری رہے گا'' مولانا کا یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے کہ ان کے خلوص کی برکت سے ہر طرف ''مدنی قافلے'' رواں دواں نظر آتے ہیں اور ''المدینہ چل المدینہ'' کی صداؤں سے کوچہ و بازار معمور ہو رہے ہیں۔

گونج گونج اُٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس گل کی مدحت میں یہ وا منقار ہے

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا

اہل سنت کے موقر جریدہ ہفت روزہ ''ضربِ اسلام'' کی رپورٹ کے مطابق ''شیر پوریوں کی گوٹھ'' میں ایک گستاخ رسول نے جامع مسجد میں لکھا ہوا ''یا محمد'' سے ''یا'' کو مٹا دیا۔ اس منحوس عمل سے فارغ ہونے کے بعد وہ مشین پر کام کرنے لگا تو اس کا ہاتھ بری طرح کچل گیا اُس نے کہا ''مجھے میرے کیے کی سزا مل گئی'' بعد ازاں اس نے گستاخی سے توبہ کی اور عیادت کے لئے آنے والے ایک فرقے کے لوگوں کو گھر سے نکال دیا''

یہ ایک واقعہ ہے جو گستاخوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے، یہ لوگ منافقوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں جن کو ''اسمِ محبوب'' سے بغض ہے، جگہ جگہ ایسی ذلیل حرکتیں کر کے اپنی دنیا بھی برباد کر رہے ہیں اور اپنی آخرت بھی تباہ کر رہے ہیں، جبکہ محبوب کا ذکر پہلے سے زیادہ بلند ہو رہا ہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ختمِ نبوت سیمینار (سیالکوٹ)

شیرانِ اسلام ضلع سیالکوٹ کی تنظیم نے انوار کلب سیالکوٹ میں عظیم الشان ''ختم نبوت سیمینار'' کا انعقاد کیا جس کی صدارت سرپرستِ اعلیٰ حضرت پروفیسر محمد حسین آسی نے فرمائی اور سیالکوٹ اور دیگر شہروں سے آنے والے علماء کرام کی کثیر تعداد نے شرکت کی، تقریب سے امیر شیرانِ اسلام جناب شجاعت علی مجاہد ناظم اعلیٰ جناب نور المصطفیٰ رضوی اور ختم نبوت کے موضوع پر لکھنے والے عظیم سکالر جناب طاہر رزاق اور جناب متین خالد نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سیمینار میں ختم نبوت کے فدائیوں نے قافلوں کی صورت میں شرکت کی، ہر طرف ایک جوش کا عالم تھا، وجد کی کیفیت تھی، سب حاضرین کرام نے ختم نبوت پر اپنا مال و جان قربان کرنے کا عزم ظاہر کیا اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کے لئے ہراول دستہ بننے کے وعدے کیے، قادیانیوں کے خلاف زبردست قرارداد پاس کی گئی کہ اُن ظالموں اور ملت کے غداروں کی بڑھتی ہوئی سازشوں کو روکا جائے، فاضل مقررین نے بالخصوص جناب طاہر رزاق نے قادیانیوں کا جو پوسٹمارٹم کیا وہ اُن کے ہمہ جہت ناکام کا منہ بولتا ثبوت تھا، سیالکوٹ کے شہریوں نے تسلیم کیا کہ ختم نبوت کے حوالے سے شیرانِ اسلام پاکستان کا یہ عظیم سیمینار ہر اعتبار سے منفرد نظر آتا ہے۔

جامعہ انوارِ لاثانی

ایک عظیم دینی درسگاہ زیر سرپرستی حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کامیابی سے جاری ہے۔

جس میں حفظ۔ناظرہ اور درس نظامی کی کلاسوں کا اجرا ہو چکا ہے۔

درسگاہ کیلیئے جگہ خریدنی اور اس پر شایان شان عمارت تعمیر کرنے کیلیئے اہلِ اسلام/اہل طریقت سے مالی تعاون درکار ہے۔

اپنے صدقات۔زکوٰۃ درسگاہ کی تعمیر کیلیئے مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔
اور ثواب دارین حاصل کریں۔

حاجی اخلاق احمد ناظم شعبہ مالیات نقش لاثانی شکر گڑھ ضلع نارووال۔

....

نقش لاثانی پبلک ہائی سکول بوائز/گرلز زیر سرپرستی علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب نقش لاثانی نگر میں ایک اعلیٰ معیاری درسگاہ ہے۔ جہاں بچوں کیلیئے ہاسٹل کی سہولت بھی موجود ہے۔ جہاں دینی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

بہترین تربیت کیلیئے اپنے بچوں کو سکول میں داخل کروائیں۔

پرنسپل نعیم الرحمٰن ولد حاجی اخلاق احمد
نقش لاثانی شکر گڑھ ضلع نارووال

رجسٹرڈ نمبر 590 C-P-L

عقیدہ حق اہلسنت و جماعت کی اللہ عزوجل نے پھر تصدیق فرمادی

پہاڑپور کی بچھڑی پر "یا محمد ﷺ" قدرتی رنگوں میں جگمگا رہا ہے



گستاخو! اَب بھی وقت ہے عبرت پکڑو۔

حقیقی اہلسنت والجماعت (سواد اعظم مسلک اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ) اور نام نہاد گستاخ سنیوں کے درمیان روز اول سے ہی مختلف مسائل بالخصوص جن کا تعلق حضور ﷺ سے ہے پر بحث و دلائل کا طویل سلسلہ چلتا آ رہا ہے۔ الحمدللہ عزوجل اہلسنت والجماعت یعنی حق کا پلڑا ہمیشہ بھاری رہا ہے، مگر لاتسلیم کے مصداق گستاخ حق کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں بلکہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم کا مظہر ہیں۔ اللہ عزوجل اپنی قدرت کامل کے ساتھ ساتھ عظمت مصطفیٰ ﷺ کو بھی ہمیشہ سے عروج اور رفعتیں بخشتا رہا ہے اور بعض تو قدرت خداوندی کے ایسے کرشمے ہیں کہ ان سے انحراف ناممکن ہے ایک ایسا ہی انمول کرشمہ ربانی بچھڑی پر اسم رسول مجتبیٰ ﷺ یعنی "یا محمد" (ﷺ) اپنے دلکش قدرتی رنگوں میں ظہور پذیر ہوا۔ ہے جو کہ اتنا واضح اور فیصلہ کن ہے کہ صحیح العقل اندھے کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اسم "محمد" (ﷺ) تو پہلے ہی مختلف چیزوں پر دیکھے گئے ہیں مگر "یا محمد" (ﷺ) پہلی مرتبہ دیکھنے میں آیا ہے اور اہلسنت کیلئے سرمایہ گراں مایہ ہے۔ موضع راجن پور (تحصیل پہاڑپور ضلع ڈیرہ اسماعیل علی خان) جو کہ شہر پہاڑپور سے تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق ۔۔۔ واقع ہے میں ایک محمد رستم نامی دیہاتی کے ہاں ایک گائے کی بچھڑی کی پیدائش ہوئی ہے جو کہ نہایت انمول اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس کے دائیں پہلو میں اسم ۔۔۔ "یا محمد" (ﷺ) قدرتی رنگوں میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے اور بائیں کروٹ اسم علی "یا علی" علیہ السلام بھی لکھا ہوا ہے مگر یہ قدرے غور کرنے سے ہی سمجھ میں آتا ہے۔ یہ بچھڑی سفید رنگ کی ہے جس پر خوبصورت سرخ قدرے نسواری رنگ کے دھبے ہیں اور اس خوبصورت رنگ میں نام نامی اسم گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے۔ یہ بچھڑی اب تقریباً آٹھ ماہ کی ہے مگر یہ انمول دریافت حال ہی میں ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ گھرانا ان پڑھ ہے مگر بچھڑی کے بارے میں ان کا تجسس اور حیرانی اس کے پیدائش کے دن ہی ہے کیونکہ یہ باادب باسعادت بچھڑی دائیں بائیں کروٹ بالکل نہیں بیٹھتی بلکہ سیدھی اونٹ کی طرح بیٹھتی ہے کیونکہ ایک طرف اسم محمد ﷺ ہے تو دوسری ۔۔۔ اسلام شیر خدا۔ مالک کے بقول ان کا چھوٹا بیٹا عدنان چند ہفتے قبل صبح کے وقت جب اپنی بچھڑی کے پاس گیا اور اسے سہلا رہا تھا تب اس کی نظر پڑی اور قدرے ۔۔۔ ہم مولانا محمد اسحق اور دعوت اسلامی کے اسماعیل بھائی کے ہمراہ یہ دیکھنے کیلئے گئے تو بڑا ہی سرور آیا، بچھڑی ایک پروقار انداز میں چل رہی تھی، سیکڑوں لوگ روزانہ ۔۔۔ دیکھنے آتے ہیں، بچھڑی کو پیار کرتے ہیں اس پر پیسے نچھاور کرتے ہیں، اسے ہار پہناتے ہیں اور مالک کو بھی بہت کچھ دے کر جاتے اور اسے دیکھ کر دعائیں مانگتے ۔۔۔ بڑا سہانا کرشمہ ہے۔ اس سلسلہ میں جو اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ جس گائے کی بچھڑی پیدا ہوئی ہے وہ مالک رستم اور ایک دوسرے شخص غلام رسول نے مشترکہ میں ۔۔۔ دیکھ بھال کیلئے رکھی ہوئی ہے۔ یہ حصہ دار غلام رسول پکا نجدی اور گستاخ ہے پورے علاقے میں اس خوشگوار خبر کا چرچا ہے۔ الحمدللہ عزوجل سنیت کو بڑی تقویت ملی۔